اگر اسم محمد رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

وسیلۂ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی (ایم۔اے اسلامیات)

ادارہ نجم الہدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ
پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد فون 03006661755

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	:	وسیلہ محبوب ﷺ
تحریر	:	حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی (ایم۔اے اسلامیات)
فرمائش	:	اراکین بزم عشاق و طلباء و طالبات ادارہ نجم الھدیٰ
پروف ریڈنگ	:	حافظ محمد اسماعیل خان
صفحات	:	232
تعداد	:	1100
قیمت	:	
کمپوزنگ	:	محمد اشفاق۔
ناشر	:	ادارہ نجم الھدیٰ

نوٹ: پروف پڑھنے میں اگر غلطی رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ غلطی سے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ درست کی جاسکے۔ شکریہ



جب بھی مانگو وسیلے سے انھیں کے مانگو
اس وسیلے سے کرم اور دوبالا ہو گا

بمصطفی برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بو لہبی است

انتساب

میں اپنی فکری و نظری، علمی و عملی، عقلی و نقلی کاوش کو اپنے پیرو مرشد، مربی و محسن، محبوب و مطلوب شیخ الاسلام والمسلمین
قمر الملت والدین
خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ
کے نام نامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔
عشاق کے نزدیک جن کا نام لینے

یا

لکھنے

سے پہلے وضو کرنا پڑتا ہے۔
جن کا بوستان سلوک عشق محبوب کریم ﷺ کے سدا بہار شگفتہ پھولوں سے مہک رہا ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

واللہ یختص برحمتہ من یشاء

اللھم

نور مرقدہ و آدم برکتہ و افض فیوضہ الی یوم القیمہ

آمین بجاہ سید المرسلین طہ و یس ﷺ

فرشتے فرط حیرت سے کلیجہ تھام لیتے ہیں
سناں کی نوک پر عاشق ترا جب نام لیتے ہیں

خاکپائے پیر سیال لجپال رحمتہ اللہ علیہ
ناچیز محمد زمان خان چشتی سیالوی

فہرست

انتساب 5
نزر محبت 6
الاعداء 7
نزر عقیدت 8
مفہوم وسیلہ 9
اگر اسم محمد نیاوردے شفیع آدم
شاہ اسماعیل دہلوی کا خیال
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم 10
وسیلہ کے بارے میں اللہ کریم کے فرمان
اللہ کریم کا فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت 11
اللہ کریم کا دوسرا فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے اللہ کریم تک رسائی
اللہ کریم کا تیسرا فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے لوگ پاک ہوتے ہیں
اللہ کریم کا چوتھا فرمان 12
محبوب کریم ﷺ نعمتوں کا وسیلہ ہیں
اللہ کریم کا پانچواں فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے فتح
اللہ کریم کا چھٹا فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی 13
اللہ کریم کا ساتواں فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے کعبہ قبلہ بنا
اللہ کریم کا آٹھواں فرمان
نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر کرم 14
اللہ کریم کا نواں فرمان
اللہ کے بندے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں
اللہ کریم کا دسواں فرمان
کفار مکہ نیک لوگوں کے وسیلہ سے عذاب سے محفوظ
اللہ کریم کا گیارھواں فرمان
بزرگوں کے وسیلہ سے نماز میں برکت
اللہ کریم کا بارھواں فرمان
بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور
اللہ کریم کا تیرھواں فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے مکہ کی فضیلت
اللہ کریم کا چودھواں فرمان 16
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے طور کو عظمت
اللہ کریم کا پندرھواں فرمان
بزرگوں کے تبرکات کا وسیلہ
اللہ کریم کا سولھواں فرمان
بزرگوں کے وسیلہ سے مردہ زندہ 17
اللہ کریم کا سترھواں فرمان
وسیلہ سے بے جان چیز میں جان
اللہ کریم کا اٹھارھواں فرمان
وسیلہ سے روح کا پرواز کرنا
اللہ کریم کا انیسواں فرمان
بزرگوں کے وسیلہ سے اولاد کا ملنا
اللہ کریم کا بیسواں فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلے سے عذاب سے امن
اللہ کریم کا اکیسواں فرمان 18
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا
اللہ کریم کا بائیسواں فرمان
بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا
وسیلے کے بارے میں محبوب کریم ﷺ کے فرمان
فرمان محبوب کریم ﷺ 19
پیاروں کے وسیلے سے بارش
محبوب کریم ﷺ کا دوسرا فرمان

قبر کے وسیلے سے بارش
تیسرا فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلے سے پریشانی 20
دور
محبوب کریم ﷺ کا چوتھا فرمان
بزرگوں کا وسیلہ وفات کے بعد
محبوب کریم ﷺ کا پانچواں فرمان
صحابہ پاک رضی اللہ عنہم نے وسیلہ سے مانگا
محبوب کریم ﷺ کا چھٹا فرمان 21
خالق کائنات کی ہر نعمت کا وسیلہ میں ہوں
محبوب کریم ﷺ کا ساتواں فرمان 22
محبوب دو جہاں ﷺ وسیلہ نجات
محبوب کریم ﷺ کا آٹھواں فرمان
محبوب کریم ﷺ کے وسیلے سے جنت
نواں فرمان مبارک 23
محبوب کے مشکیزہ کے وسیلہ سے شفا
دسواں فرمان مبارک
جبہ مبارک کے وسیلہ سے بیماروں کو شفا
گیارھواں فرمان مبارک 24
غسالہ محبوب ﷺ کے وسیلے سے باطنی
صفائی
بارھواں فرمان مبارک
محبوب کریم ﷺ کے ناخنوں کے وسیلہ
سے راحت قبر
تیرھواں فرمان مبارک
لباس مبارک کے وسیلہ سے جنتی جوڑا
چودھواں فرمان مبارک 25
دست محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے
شفا
پندرھواں فرمان مبارک
صحابی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے فتح
سولھواں فرمان مبارک
فقراء کے وسیلہ سے رزق ملتا ہے
سترھواں فرمان مبارک

شفاعتی لاھل الکبائر فی امتی 27
اٹھارھواں فرمان مبارک
علماء کے وسیلہ سے نجات
انیسواں فرمان مبارک
امتی بھی وسیلہ نجات ہیں
بیسواں فرمان مبارک
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ کا قائل
اونٹ
اکیسواں فرمان مبارک
محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے کافر کے
عذاب میں تخفیف
بائیسواں فرمان مبارک 28
بزرگوں کے وسیلہ سے عبادت قبول
توسل کا لغوی معنی
وسیلہ سے مراد ذریعہ 32
وسیلہ کا شرعی مفہوم 33
وسیلہ ایک معنی کے اعتبار سے
وسیلہ کا دوسرا معنی
بیعت مرشد 34
حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فرمان
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت 35
انسانی زندگی کے مقاصد اور ضروریات 38
نفیس تحقیق
توسل سے قبولیت دعا کی وجہ 40
ایک غلط فہمی کا ازالہ 42
وسیلہ کی قسمیں 43
قرآن و سنت کی رو سے وسیلہ کی مزید
وضاحت
کن کن کا وسیلہ جائز ہے
بندگان خاص 45
اعمال صالحہ 46
تبرکات اوراد و اسمائے حسنیٰ 47
توسل کی صورتیں اور قسمیں
پہلی صورت توسل (بالذات) 48

پہلی قسم 49
دوسری صورت توسل (بالدعاء) 50
تیسری صورت توسل (بالاستمداد) 51
چوتھی صورت توسل (بالحسنات) 54
پانچویں صورت توسل (بالتبرک) 55
خلاصہ کلام 56
عمل توسل عقل کی نظر میں 58
توسل عقل کی روشنی میں 60
خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان 61
حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان
عمل توسل 62
گذشتہ امتوں میں توسل 65
قرآنی دلائل
وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم 70
اثبات وسیلہ کی قرآنی دلیل
وابتغوا الیه الوسیله
توسل کی پہلی قسم 77
توسل بالذات
برکات توسل 78
زندگی میں توسل
وصال کے بعد توسل
اولیاء کے ساتھ توسل
نبی کی برکت 84
مسلمان کی برکت 85
ابدال کی برکت 86
زندگی میں توسل 91
نابینا کو وسیلہ کی تعلیم 92
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے دعا 94
نمازیوں کی رفتار اور سالکوں کا وسیلہ 96
بحق فلاں کہنا
وصال کے بعد توسل 104
والانبیاء الذین من قبلی

ابن حنیف کا عمل دعائے نابینا کے پس منظر میں 105
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل جنگ یرموک کے پس منظر میں 107
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل
اولیاء امت کے ساتھ توسل 112
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے کا اثر 114
حضرت یزید بن اسود کے وسیلہ سے دعا 118
عجیب و غریب لطیفہ 120
خاص مقاصد کے لئے تبرکات کا استعمال 123
پیراہن یوسفی کا اعجاز 125
زلف محبوب ﷺ کے وسیلہ سے شفا
زلف محبوب ﷺ کے وسیلہ سے فتح
چند حکایات و واقعات 129
افضل وسیلہ
وسیلہ الی اللہ
نبی کی دعا سے شفا 135
ماں کی دعا 143
محبت کی قسم 144
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں 147
بادشاہ کا راز 150
نابینا کی امداد 155
دربار رسالت میں شکایت 156
توسل کے بارے میں اکابرین امت کے نظریات و معمولات 157
وسیلہ و استمداد کے جواز و امکان پر ایک نظر 158
اکابرین کے نظریات و عقائد 162
علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان 165
علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان
علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان 167

حضرت ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 168
علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 170
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فرمان 172
مولی اشرف علی تھانوی کا عقیدہ 176
حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان
حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 177
اکابرین کے تجربات و معمولات و مشاہدات 179
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 180
حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا تجربہ 181
حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا تجربہ 182
امام کاظم رحمتہ اللہ علیہ کی قبر کا وسیلہ 184
محدث ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ کا تجربہ
حضرت ابو ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 185
حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا مزار
حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا مزار 187
بزرگان دین کے ارشادات 191
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان
امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان
امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان
شیخ عطا فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان
مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 193
شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 194
حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان
امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 195
شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان 196
شیخ ابو الحسن رحمتہ اللہ علیہ کے وسیلہ سے فتح 197
اقوال مخالفین
اشرف علی تھانوی کا قول
نعلین مبارک کے وسیلہ سے دعا قبول 198
مولوی عبد المجید دیوبندی کا قول 199
مولوی قاسم نانوتوی کا قول
مولوی اسماعیل قتیل کا قول
دستگیری کیجئے میری' نبی
مولوی محمود الحسن دیوبندی کا قول 202
عقل والوں کے لئے چند عقلی دلائل 202
لاجواب و بے مثال بحث
ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل 207
خلاصہ کتاب 210
وسیلہ کے بارے میں عقائد
محبوب دو جہاں ﷺ کا عقیدہ 211
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 212
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 214
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 215
حضرت امام اعظم کا عقیدہ 216
حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 221
حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 222
حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 223
علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ
حضرت عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عقیدہ 224
امام بن ہمام رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ 226
علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ 227
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ 230

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یاایھا الذین امنوا اتقو اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ

اے ایمان والو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ

اگر اسم محمد رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

ابن منظور لفظ الی وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں **الوسیلۃ فی الاصل مایتوصل بہ الی الشئی و یتقرب بہ الیہ (لسان العرب)** یعنی جس چیز کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں **والوسیلۃ کل ما یتقرب بہ (کشاف)** ایمان ' نیک اعمال ' عبادت ' پیروی سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلے ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں ' ہزاروں کوس کی مسافت کو پاپیادہ طے کیا ہے اور ان کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت و حکمت پر مہو ماہ بن کر چمکے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے (قول جمیل) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے

شاہ اسماعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا " اہل سلوک ایں آیت را اشارت .سلوک مے فہمند و وسیلہ مرشد رامے دانند پس تلاش مرشد بنابر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری است وسنت اللہ بر ہمیں منوال جاریست لہذا بدون مرشد راہ یابی نادر است " (صراط مستقیم) یعنی سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لیئے مجاہدہ وریاضت سے پہلے تلاش مرشد از پس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سلطان راہ حقیقت کے لیئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے اسی لیئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

(رومیؒ)

دم عارف نسیم صبحدم ہے۔ اسی سے ریشہ معنیٰ میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے (اقبالؒ)

تفصیل ملاحظہ فرمائیں

رب کریم کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ ان کی ذات وسیلہ ان کا نام ان کی چیزیں وسیلہ جس چیز کو ان سے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے مگر فی زمانہ وہابی دیو بندی اس کے منکر ہیں لہذا ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مسئلہ بڑی وضاحت سے بیان کریں گے قرآن و حدیث بزرگان دین کے اقوال سے ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ کے مقبول بندے ان کی ذات ان کا نام ان کے تبرکلت مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیث نبویہ اقوال بزرگان اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے فرمان خداوندی ہے

۱ **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفر واللّٰه واستغفر لهم الرسول لوجدواللّٰه توابا رحیما** (سورۂ نساء پ ع ۵)

اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ عالیہ پر آ جائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی اے محبوب ﷺ ان کی سفارش کریں تو بے شک یہ لوگ اللہ کریم کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ محبوب دو جہاں ﷺ ہر مجرم کے لیئے ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں **ظلموا** میں کوئی قید نہیں۔ اور **اذ** عام ہے یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

۲ **یا ایها الذین امنو اتقو اللّٰه وابتغوا الیه الوسیلة وجاهد وا فی سبیله لعلکم تفلحون** پ ۹۳ سورۃ مائدہ آیت ۳۵

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے کیونکہ اعمال تو **اتقوا اللّٰه** میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

۳ **خذ من اموالهم صدقة تطهر هم وتزکیهم بها وصل علیهم ان**

صلوتک سکن لھم(پ ۱۱ع ۲ سورۃ توبہ

اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس ذریعہ آپ انہیں پاک و صاف کرو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمالِ صالحہ طہارت کو کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو راحت جاں ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے

۴ **ھو الذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلو علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ**(پ ۲۸ سورۃ جمعہ)

رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ محبوب کریم ﷺ پاک و صاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

۵ **وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا** پ ۱ سورۃ بقرہ)

یہ اہل کتاب جان کائنات ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے جان کائنات ﷺ کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ راحت دو جہاں ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے

معلوم ہوا کہ محبوب دو جہاں ﷺ کا نام مبارک ہمیشہ سے وسیلہ ہے

٦ فتلقیٰ اٰدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ (پ ع سورۃ بقرہ)

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے راحت دو جہاں ﷺ کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ محبوب کریم ﷺ انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

٧ قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنو لینک قبلۃ ترضھا پ ۲ ع ا سورۃ بقرہ)

ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لیئے ہوئی کہ محبوب کریم ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ **معظمہ** راحت جاں ﷺ کے وسیلہ سے قبلہ بنا جب کعبہ محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشما کا کیا پوچھنا

٨ وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشد ھما ویستخرجا کنزھما (پ ١٦ ع ا سورۃ کہف)

حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لیئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے

کے لیئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے

۹ **اولئیک الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم اقرب ویرجون رحمته و یخافون عذابه پ ۱۵ ع ۵ سورۃ بنی اسرائیل)**

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

۱۰ **ولو لا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموٴ هم ان تطو هم فتصیبکم منهم معرة بغیر علم لیدخل اللّٰه فی رحمة من یشا لو تزیلوا لعذبنا الذین کفر وامنهم عذابا الیما (پ ۲۶ ع ۱۰ سورۃ فتح)**

اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لیئے ہوئی تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اگر وہ مسلمان کفار سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں

کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک کا ہونا بدیوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے

۱۱ **وقال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا** (پ ۱۵ ع ۱۴ سورۃ کہف)

غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی غار پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی۔ جس سے پتہ چلا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

۱۲ **اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا** (پ ۱۳ ع ۱۰ سورۃ یوسف)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیض لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

۱۳ **لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد** پ ۳۰ سورۃ بلد)

میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو ۔ معلوم ہوا کہ جان کائنات ﷺ کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب کریم نے اس کی قسم فرمائی۔

۱۴ **والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین** (پ ۳۰ سورۃ

القین)

یعنی قسم ہے انجیر۔ زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور راحت جاں ﷺ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

۱۵ ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم و بقیۃ مما ترک ال موسٰی وال ھرون تحملہ الملئکۃ۔ پ ۲ ع ۱۵ سورۃ بقرہ)

شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آئے گا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کے **نعلین** شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں۔ مشکلات حل ہوتی ہیں۔

۱۶ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیر باذن اللّٰہ(پ ۳ ع ۱۲ سورۃ آل عمران)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے معلوم

ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

۱۷ **فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتہا وکذلک سولت لی نفسی** (پ ۱۶۔ ع ۱۳ سورت طٰہٰ)

سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز دینے لگا) معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

۱۸ **قل یتو فاکم ملک الموت الذی وکل بکم** (پ ۲۱ ع ۲۱۳ سورۃ سجدہ) فرما دو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

۱۹ **قل انما انا رسول ربک لاھب لک غلام زکیا** (پ ٦ ع ۱۴ سورۃ مریم) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اس لیئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

۲۰ **وما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم** (پ ۹ ع ۱۷ سورۃ انفال)

اللہ انہیں عذاب نہ دے گا۔ حلانکہ آپ ان میں ہیں یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لیئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

۲۱ **و اذقلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلھا** الخ پ ا ع ۶ سورۃ بقرہ)

اور جب تم (بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من وسلویٰ پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیئے زمین پیداوار نکالے ۔ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے ۔

۲۲ **ھنالک دعا ذکریا ربہ** پ ۳ ع ۱۱ سورۃ عمران)

یعنی حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لیئے دعا مانگی ۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے ۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو ۔

۔ مزید تفصیل ہماری کتاب و سیلتنا فی الدارین میں اور جب بھی مانگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگو میں ملاحظہ فرمائیں

فرمان محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

۱ مسند امام احمد بن حنبل ؒ میں حضرت شریح ابن عبید ؒ سے روایت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا ۔ **یسقی بھم الغیث و ینصر بھم علی الاعداء ویصرف بھم عن اہل الشام العذاب** (مشکوۃ باب ذکر یمن و شام)

یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہو گی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے گی۔ اور شام والوں سے عذاب دور ہو گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح و نصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

۲ دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا آپ نے فرمایا **انظروا قبر النبی ﷺ فاجعلوا منه كوى الى السماء حتى لايكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتى يكون نبت العشب وسمنت الابل حتى تفتقت من الشحم فسمى عام الفتق** (مشکوۃ باب الکرامات) یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اُگا اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

۳ شرح سنہ میں ابن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے شیر سے فرمایا۔

یا ابا الحارث انا مولٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الا سدلہ بصبصة حتى اقام الى جنبه كلما سمع صوتا اهوٰى اليه ثم اقبل يمشى الى جنبه حتى

بلغ الجیش ثم رجع الاسد (مشکوۃ باب الکرامات) یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آگیا اور ساتھ چل دیا جب کوئی آواز سنتا تو فوراً ادھر پہنچتا اور پھر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاتا غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حاکم کائنات ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتا ہیں اور شیر راحت جاں ﷺ کے غلاموں کو پہنچانتے ہیں۔

مسلم ' بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں **فرجعت فمررت علی موسیٰ فقال بم امرت قلت امرت خمسین صلوۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوۃ کل یوم والی واللّٰہ جربت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجۃ فارجع الی ربک فسئلہ التخفیف لا متک** (مشکوۃ باب المعراج) محبوب کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی امت کے لیئے رب سے رعایت مانگئے غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے رعایت اور رحمت ملی کہ کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

٥ مسلم و بخاری میں ہے کہ راحت دو جہاں ﷺ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے جان کائنات ﷺ سے عرض کیا تو راحت جاں ﷺ نے اسی حالت میں دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے **فوالذی نفسی بیدہ ماو ضعہا حتی ثارا السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رایت المطر یتحادر علی لحیتہ** یعنی خدا کی قسم ابھی محبوب کبریاء ﷺ کے دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور محبوب کریم ﷺ منبر سے نہ اترے تھے۔ کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادہ بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیہ فقال اللھم حوالینا ولا علینا فما یشیر الیٰ ناحیۃ من السحاب الا انفرجت (مشکوۃ باب المعجزات)

تو راحت جاں ﷺ نے دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ ہم پر نہ برسے ہمارے آس پاس برسے پھر بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے ادھر ہی پھٹ جاتا تھا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت محبوب دو جہاں ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

٦ مسلم و بخاری میں ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا **انما انا قاسم واللہ یعطی** ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں راحت دو جہاں ﷺ تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا جانِ کائنات ﷺ خالق کی ہر نعمت کا

وسیلہ ہیں۔

۷ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا **یارسول اللّٰہ طھرنی** اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مجھے پاک فرما دیں (مشکوۃ باب الحدود) معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے راحت جاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرما دیں کیونکہ محبوب دو جہاں ﷺ کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

۸ مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا **اسئلک مرا فقتک فی الجنۃ** میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم راحت دو جہاں ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حاکم کائنات ﷺ سے مانگتے تھے

ترمذی شریف میں ہے کہ راحت جاں ﷺ نے حضرت کبشہؓ کے گھران کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ **توقمت الیھا نقطیتہ** میں اٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا (مشکوۃ باب الاشربہ)

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں **اے فم القیربہ فحفظتہ فی بیتی و اتخذتہ شفاء** یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تاکہ اس سے شفا حاصل کی جائے معلوم ہوا کہ صحابیہ اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ

بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چیز کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

۱۰ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء کے پاس معلم کائنات ﷺ کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں **هذا جبة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله و سلم كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها و كان النبی صلی اللّٰه علیه و آله و سلم یلبسها فنحن نغسلها للمرضٰی لشفٰی بها** (مشکوۃ کتاب اللباس) یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو راحت جاں ﷺ پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام محبوب کبریاء ﷺ کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

۱۱ نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ بیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کے مسجد بنائیں **ناستوهبناه من فضل طهوره فدعا بماء فتوضاء و تمضمض ثم صبه لنا فی اداوة وامرنا فقال اخرجوا فاذا اتیم ارضکم نا کسرو بیعتکم و انضحوا مكانها بهذا الماء و تخذوها مسجدا** (مشکوۃ باب المساجد)

ہم نے محبوب کریم ﷺ سے آپ کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگا کر

وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اسے چھڑک دو اور وہاں مسجد بنا لو معلوم ہوا کہ محسن کائنات ﷺ کا غسالہ باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے

۔

۲ ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے راحت جاں ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کے لیئے رکھ چھوڑا تھا اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا **وخذ ذلک الشعر والا ظفار فاجعلہ فی فمی و علی عینی ومواضع السجود منی**

راحت دو جہاں ﷺ کے یہ بال اور ناخن لو انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رحمت دو عالم ﷺ کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)

۳ ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ راحت دو جہاں ﷺ نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیض کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا **انی البستھا لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معھا فی قبر ھالا خفف عنھا عن ضغطۃ القبر**

ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیض اس لیئے پہنائی تاکہ ان کو جنت کا لباس پہنایا

جائے اور ان کی قبر میں اس لیئے آرام فرمایا تاکہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے معلوم ہوا کہ جانِ کائنات ﷺ کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے

۱۴ مسلم شریف میں ہے **اذا صلی الغداة جاء خدم المدينة بآنيتهم فيها الماء فما ياتون باناء الا غمس يده فيها** (مشکوۃ باب اخلاق النبی ﷺ)

جب راحت جاں ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے معلوم ہوا کہ مدینے والے محبوب کریم ﷺ کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور راحت جاں ﷺ بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے

۱۵ مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا **یاتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس فیقولون هل فیکم من صاحب النبی صلی اللّٰه علیه و آله و سلم فیقولون نعم فیفتح لهم** یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں جواب ملے گا۔ ہاں اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہو گی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

۱۶ بخاری شریف میں ہے کہ راحت دو جہاں ﷺ نے فرمایا **هل تنصرون و ترزقون الا بضعفاء کم** (مشکوۃ باب فضل الفقراء) تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے

۱۷ ترمذی ابو داؤد' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ معلم اخلاق ﷺ نے فرمایا **شفاعتی لاهل الکبائر من امتی** (مشکوۃ باب الشفاعت) یعنی میری سفارش و شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیئے ہے اس کی شرح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات میں فرماتے ہیں **ای لوضع السیات واما الشفاعة لرفع الدرجات فلکل من الاتقیاء و الاولیا** یعنی گناہگاروں کے لیئے تو معافی دلانے کی سفارش ہو گی۔ لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لیئے ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ کا حاجت مند ہے۔ بہت سے بد عمل لوگ بھی راحت دو جہاں ﷺ کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے اور کوئی ولی بھی جان کائنات ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

۱۸ ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا محبوب کریم ﷺ نے فرمایا **یشفع یوم القیامة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء** (مشکوۃ باب الشفاعۃ)

یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علماء پھر شہدا۔ معلوم ہوا کہ راحت جاں ﷺ کے طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے

لئے وسیلہ نجات ہیں۔

۱۹ ترمذی دارمی ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا محبوب کریم ﷺ نے فرمایا **یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من بنی تمیم** (مشکوۃ باب الشفاعت) یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔**قیل الرجل عثمان بن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیرہ**

بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں۔ بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں معلوم ہوا کہ راحت دو جہاں ﷺ کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

۲۰ شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ محبوب کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا راحت دو جہاں کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے مالک کو فرمایا کہ **فانه شکی کثرة العمل وقلة العلف فاحسنو الیہ** (مشکوۃ باب المعجزات) یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو اس کے ساتھ بھلائی کرو معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی رحمت دو عالم ﷺ کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے

راحت دو جہاں ﷺ کے طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ

تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثویبہ نے حضور سرور دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا (بخاری شریف کتاب الرضا)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابو لہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

۲۲ بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں راحت جاں ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

نوٹ مذید تفصیل ہماری کتاب گیسوئے محبوب ﷺ میں ملاحظہ فرمائیں

مختصر طور پہ قرآن مجید کی ۲۲ آیات اور ۲۲ احادیث مبارکہ سے ہم وسیلہ کی حقیقت و اہمیت کو بخوبی سمجھ گئے ہیں اہل ذوق کے لیئے مزید وضاحت کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

توسل کا لغوی معنی

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی ہی سخی فیاض ' اور مسکین نواز تھیں قربت اور قرابت نے آپ کو حد درجہ ایثار پسند غریب پرور اور دل غنی بنا دیا تھا جو کچھ ہاتھ آتا ' بے دریغ لٹا دیتیں اور غربا ' و مساکین کی خدمت

والداد کر کے بے حد خوش ہوتیں۔

آپ کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر آپ کو بہت ہی عزیز اور پیارے تھے ان پر بے انتہا شفقت فرماتیں اسی شفقت و محبت کی وجہ سے آپ کی کنیت ام عبد اللہ مشہور ہو گئی تھی بلکہ دانستہ اختیار کی گئی تھی۔

كان عبد اللّٰه بن الزبير احب البشر الى عائشه رضى اللّٰه تعالىٰ عنها بعد النبى صلى اللّٰه عليه و آله و سلم وابى بكر وكان ابر الناس بها۔

صاحبزادے عبداللہ بن زبیر' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راحت جاں ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھے وہ بھی آپ کے بے حد نیاز اور فرمانبردار تھے۔

حضرت ابن زبیر' اپنی عظیم خالہ کی طبع سخا پیشہ اور خوئے جودو کرم سے خوب آگاہ تھے انہیں پتہ تھا آپ کے پاس جو کچھ آ جاتا ہے' وہ غریبوں اور ناداروں کی ملکیت ہوتا ہے اسے کاشانہ نبوت میں قرار نصیب نہیں ہوتا۔

انہوں نے اپنی کم عمری یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے کہیں یہ کہہ دیا میں اپنی خالہ جان کو سمجھاؤں گا اتنا خرچ نہ فرمایا کریں۔ اور اگر اسی فیاضی سے خرچ کرنا ہے تو کم از کم اپنے لیئے بھی کچھ پس انداز کر لیا کریں' تاکہ کسی آڑے وقت میں کام آئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک کانوں تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بے حد دکھ ہوا آپ کی معدن کرم اور بحر سخاوت فطرت نے اس

بے ڈھب تنقید کو پسند نہ فرمایا عزیز بھانجے کی یہ بات ' طبیعت مبارک پر نہایت گراں گذری ' اسی وقت قسم اٹھا کر فرمایا کہ آئندہ اس شخص سے بات نہیں کروں گی جس نے اتنی بھونڈی بات کہی ہے

ابن زبیر کو جب حضرت خالہ جان کی اس جانکاہ ناراضگی کا علم ہوا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ' آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا ' اور ہوش اڑ گئے افسردہ خاطر پشیمان ' اپنے کہے پہ نادم لرزاں ترساں انتہائی شرمندگی اور ندامت کی حالت میں بڑی عاجزی کے ساتھ حضرت خالہ جان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی ' مگر آپ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا!

اب میں ایسے شخص سے ہرگز کلام نہیں کروں گی ' جس نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے صدقات و خیرات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اسے فضول عمل سمجھتے ہوئے اس سے باز رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے کیا سخاوت کوئی گھٹیا حرکت ہے ' جس سے کسی کو روکنے کی شعوری کوشش کی جائے دیکھا جائے تو انسانیت کا زیور یہی ہے اگر انسانی اوصاف سے اس دلکش وصف کو خارج کر دیا جائے تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کافی کوشش کی ' مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے سامنے باریاب ہونے کی اجازت نہ دی بہت روئے گڑگڑائے مگر اس کوہ وقار کے فیصلہ میں کوئی فرق نہ آیا کیونکہ ان کے نزدیک جرم بڑا سنگین اور دین کی روح کے منافی تھا

آخر مجبور ہو کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند قریشی حضرات کا سہارا لیا' اور انکی سفارش سے حضرت خالہ جان کو راضی کرنا چاہا' مگر ان کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی' دن بیتتے گئے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے قراری' اور بے چینی میں اضافہ ہو تا گیا ان کی خالہ جان کا دل نہ پسیجا' انہوں نے سفارشیوں کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا۔

آخر ان کی گریہ وزاری پہ قدرت کو رحم آگیا اور اس اذیت ناک ذہنی پریشانی سے نجات کا غیب سے سامان ہو گیا ہوا یوں کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امی جان کے رشتہ داروں میں کچھ لوگ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے کے لیئے آ گئے ان میں عبد الرحمٰن بن اسود اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

وكانت ارق عليهم القرابتهم من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ انتہائی مہربانی فرمایا کرتی تھیں

۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقعہ غنیمت جانا اور

فاستشفع اليها برجال من قريش و باخوال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم(بخاری شریف ۴۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک رسائی کے لیئے قریش کے چند اکابرین

اور راحت جاں ﷺ کے ننہالی بزرگوں کو وسیلہ بنایا۔

جب ان عزیز ترین اور قابل احترام ہستیوں نے سفارش کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی بات مان لی اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بولنے کا وعدہ کرلیا

بخاری شریف سے یہ ایک مثال اس لیۓ بیان کی گئی ہے تاکہ توسل یا وسیلہ کا لغوی معنی بیان کیا جاسکے لغوی اعتبار سے وسیلہ ذریعہ کو کہتے ہیں جس سے اپنی پسندیدہ چیز کو حاصل یا کسی ناراض کو راضی کیا جاسکے کہ مطلب یہ کہ جو مقصود مدعا تک پہنچانے کا ذریعہ ہو یا اس راہ میں مددگار ثابت ہو' اسے وسیلہ کہتے ہیں۔

اس واقعہ میں حضرت عبد الرحمٰن اور حضرت مسور وسیلہ کی بہترین مثال ہیں' یہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیۓ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پہنچنے اور ان کو راضی کرنے کا وسیلہ بنے اس طرح ان کی امداد واعانت سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود و مدعا حاصل ہوگیا' یہی وسیلے کا معنی ہے ابن منظور نے وسیلہ کا معنی ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

مایتوسل بہ الی الغیر (تاج العروس ۱۱' ۲۴ ۷)

یعنی وسیلہ وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی اور چیز کو حاصل کیا جاسکے اور وہ حصول کا ذریعہ اور واسطہ بنے (مذید تحقیق ہماری کتاب کیا محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے مانگنا جائز ہے میں ملاحظہ فرمائیں

وسیلہ کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد اب اس کے شرعی مفہوم پر روشنی

ڈالی جاتی ہے۔

وسیلہ کا شرعی مفہوم

اہل علم و تقوی حضرات شرعی اعتبار سے لفظ وسیلہ کو دو معانی کے لیئے استعمال کرتے ہیں اور ہر حلقے میں یہی معانی مروج ہیں ' اور عرف عام میں بھی مراد لیئے جاتے ہیں۔

(۱) وسیلہ کا لفظ ایک ایسے انسان کامل پر بولا جاتا ہے جس کی روح پاکیزہ باطن تقوی و طہارت سے آراستہ اور عمل خلوص کے حسن سے مزین ہو ' اس نے نفس و شیطان کو شکست دے کر راہ سلوک میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ دیئے ہوں اور اب اس قابل ہو کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی اور روحانی قیادت کر سکے اور انہیں ضلالت و گمراہی اور بے عملی کے گڑھوں سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کر سکے۔

مطلب یہ کہ وسیلہ اس شخص کو کہتے ہیں جو خود فراموش اور خدا فراموش لوگوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہو اور اپنی نگاہ کیمیا اثر سے گناہوں کی گندگی میں لتھڑے ہوئے بد عملوں کو پاک کر کے بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے کے قابل بنا سکتا ہو۔

(۲) وسیلہ کا دوسرا معنی ہے کسی مقبول بارگاہ اور نہایت برگزیدہ ہستی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا اور یوں عرض کرنا کہ اے مالک ان کے وسیلے سے میری بگڑی بنادے مشکل حل کر دے مغفرت فرمادے وغیرہ وغیرہ

پہلے معنی کو بیعت مرشد اور دوسرے معنی کو انسانی زندگی کے مقاصد کے عنوانات کے تحت قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

بیعت مرشد

محسن انسانیت ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو پوری انسانیت عظمت انسانیت سے محروم ہو چکی تھی' انسانوں کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ کیا ہیں' مقصد زیست کیا ہے اور زندگی پوری کر کے کہاں جانا ہے ہر قدر انسانیت سے نا آشنا ہونے کے باعث وہ حیوان بنے ہوئے تھے اور ہر آن وحشت و درندگی کے دروازے پر دستک دیتے رہتے تھے۔

راحت جاں ﷺ نے انہیں درس انسانیت دیا' ہدایت کا سبق پڑھایا' اور توحید کے تقاضوں سے آگاہ کیا' حکم دیا کہ ہماری بیعت کرو' کہ چوری شراب نوشی بدکاری بہتان طرازی چغل خوری اور ہر خلاف انسانیت حرکت سے اجتناب کرو گے

زیر تربیت افراد نے برضا ورغبت یہ بیعت کی' اور عرفان ذات حاصل کر کے معلم انسانیت ہی نہیں' بلکہ رشد وہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن گئے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

بایعنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم علی السمع والطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ (بخاری ۱۰۴۹)

ہم نے راحت جاں ﷺ سے بیعت کی کہ احکام خداوندی سن کر

اطاعت کریں گے اور عیش و نشاط اور غم و کرب کی ہر حالت میں انہیں بجالائیں گے۔

اللہ کریم نے انہیں بتایا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے صرف اپنے نبی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ ان کے وسیلے سے خدا کے دست قدرت میں اپنا ہاتھ دے دیا ہے ' اور اس سے بیعت کی ہے ' **ید اللّٰہ فوق ایدیھم** اس لیئے وہ اپنے نبی کے پاک ہاتھوں میں ہاتھ دے کر ان کے وسیلے سے خدا تک پہنچ گئے ہیں۔

بعد والوں نے صحابہ کرام سے بیعت کی ' اور دو واسطوں سے رب کریم تک پہنچے پھر واسطے اور وسیلے بڑھتے گئے یہاں تک کہ چودہ صدیاں بیت گئیں ' اب اگر کوئی ایسے کامل مرشد طریقت کی بیعت کرتا ہے تو وہ بے شمار واسطوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ تک پہنچتا ہے۔

وہ خوش بخت فرخندہ خصال ' باکمال اور پاکباز لوگ جو سلسلہ بیعت ہوتے آئے ہیں اور ان کا شجرہ طریقت راحت جاں ﷺ تک پہنچ جاتا ہے ایسا برگذیدہ صفات لوگوں کو شیخ اتصال کہتے ہیں یعنی وہ لوگ جن کی سند طریقت متصل ہے اور اس کے درمیان کسی جگہ **انقطاع** نہیں۔

ایسے باکمال حضرات جس خوش قسمت شخص کی بیعت کرلیں اس کی روحانی نسبت محبوب دو جہاں ﷺ کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے اور طریقت کی رو سے یوں سمجھا جاتا ہے گویا اس نے راحت دو جہاں ﷺ سے بیعت کی ہے اور آپ کے وسیلے سے خدا تک پہنچ گیا ہے ایسے سلسلہ طریقت میں داخل

ہونے والے باعمل اور پاک سیرت انسان کو خود بھی احساس ہو جاتا ہے کہ اس بیعت سے وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر ایسے شعبدہ باز اور دکاندار لوگوں سے بیعت کی جائے جنہوں نے باکمال لوگوں کا صرف سوانگ رچایا ہوا ہے اور سجادہ نشینوں کی شکل میں وہ بہروپئے مجاور اور گورکنی ہوں تو ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا' بلکہ عمل صالح جو خزانہ پلے ہو' وہ بھی چھن جاتا ہے۔

اس لیئے پہلے معنی کے اعتبار سے وسیلہ اس مرشد کو کہتے ہیں جو صاحب نسبت ہو اور روحانی قائد و وسیلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کا شجرہ طریقت راحت جاں ﷺ تک پہنچتا ہو۔

یہاں ایک خطرہ پیدا ہو سکتا ہے جس کا ازالہ بہت ضروری ہے وہ یہ کہ کیا اسلام میں بھی خدا پر ایمان لانے اور اس تک پہنچنے کے لیئے انسانی واسطوں کی ضرورت ہے جس کے بغیر انسان کا ایمان معتبر نہ ہو' اور ان کے بغیر خدا تک رسائی حاصل نہ کی جا سکتی ہو' اس کا جواب مکمل نفی میں ہے اسلام نے یہ تصور اور یقین دیا ہے کہ اللہ کریم بڑا ہی مہربان رحمان اور غفور ہے اپنے بندوں کو بہت چاہتا ہے۔ اگر کوئی محبت و اطاعت کی راہ سے اس تک پہنچنا چاہے تو وہ اسے مایوس نہیں بلکہ تعلقات اور قربتوں کی راہیں کھول دیتا ہے اس لیئے ہر بندہ فرمانبردار و مطیع بن کر براہ راست اس تک پہنچنے کے لیئے جدو جہد کر سکتا ہے اور ریاضت و مجاہدہ تسبیح و مناجات اور سرگرمی عمل سے اپنے خلوص و جذبہ صادق کا ثبوت فراہم کر کے آگے بڑھ سکتا ہے۔

البتہ ایک بات ضرور ہے وہ یہ کہ اس دشوار گذار اور کٹھن راہ کو آسان بنانے کے لیئے مرشد کامل بہت مددگار اور معاون ثابت ہوتا ہے جیسے ایک محنتی اور جفاکش طالب علم اعلیٰ امتحان اپنی صلاحیت اور محنت کے بل بوتے پر پاس تو کر سکتا ہے 'مگر اسے اس کے لیئے بہت زیادہ دود کرنا پڑتی ہے لیکن اگر وہ کسی استاد کامل سے مدد لے اور اس کے سامنے زانوئے تلمند تہہ کرے تو وہ بہت زیادہ محنت و مشقت اور دماغ سوزی سے بچ جاتا ہے 'اور تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرلیتا ہے۔

یہی حال مرشد کامل کا ہے اس کی تعلیم و رہنمائی اور قیادت میں سالوں کی مسافت لمحوں میں طے ہو جاتی ہے سالک راہ کو بہت زیادہ اور باطنی حفاظت کا انتظام نہیں کرنا پڑتا۔ موقعہ محل کی مناسبت سے مرشد طریقت ضرورت کے مطابق خود ہی سارے انتظامات کرلیتا ہے اور طالب صادق کو منزل تک پہنچا دیتا ہے

بس وسیلے کی اسی ذہنی پریشانی خطرات سے بچاؤ' وساوس سے نجات حفاظتی نظام کے حصول اور جلد منزل تک پہنچنے کے لیئے ضرورت ہوتی ہے اس لیئے نہیں کہ کوئی انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا یا خدا تعالیٰ نے راستے میں پہرے بٹھا رکھے ہیں 'اور اپنے بندوں سے اس کا براہ راست تعلق نہیں

نتیجہ یہ نکلا کہ مرشد طریقت ایک استاذ کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح استاد کا وسیلہ طالب علم کے لیئے علم کی راہ آسان کر دیتا ہے اسی طرح مرشد کا وسیلہ

سالک کے لیئے سلوک کی منزل اور راہ آسان بنا دیتا ہے یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص براہ راست اس پر چل ہی نہیں سکتا البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ایسے شخص کی کامیابی مخدوش ہوتی ہے۔

انسانی زندگی کے مقاصد اور ضروریات

انسانی زندگی کے مقاصد اور ضروریات کی کوئی حد نہیں یہ حدود وقیود کی پابندیوں سے آزاد اور شمار و قطار سے باہر ہیں ہر ضرورت اور ہر آرزو اپنی جگہ اہم ہے جسے انسان اپنی پوری توجہ کا مستحق سمجھتا ہے اور بہر صورت اسے مکمل صورت میں وجود پذیر دیکھنا چاہتا ہے

مقاصد و ضروریات کی اس نادر فہرست میں مادی ضروریات بھی آتی ہیں جن کا تعلق اس دنیا سے ہے اور اُخروی ضروریات بھی جن کا تعلق ماوراء الطبیعاتی جہان سے ہے اور وہ اپنی جگہ مکمل دائمی اور سرمدی اقدار ہیں' جن کے حصول پر انسان کی ابدی سعادت کا دارو مدار ہے اور وہ بہر طور ان سے فیضیاب ہونا چاہتا ہے۔

عذاب سے نجات بہشت بریں میں داخلہ ' رضائے الٰہی کا حصول دیدار خداوندی جنت کی دائمی اور لازوال نعمتیں انسان کی وہ غیرمادی ضروریات ہیں جن کے حصول کے لیئے وہ اپنے انگ انگ میں بے پناہ تڑپ اور نس نس میں شوق فراواں کا ایک طوفان محسوس کرتا ہے۔

دنیا میں اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو صورتیں

راحت و سکون کا باعث اور فتح و نصرت و عزت و کامرانی عطا کرنے والی وہ انہیں بانہوں میں سمیٹ لے اور جن سے گزند پہنچنے کا احتمال ہے ان سے دور چلا جائے چنانچہ وہ مال دولت حسن و صحت ' قوت و شباب اور علم و ادب کے لیئے شب و روز محنت کرتا ہے اور غربت و قرض تنگدستی و افلاس ناتوانی و مرض اور درد و الم سے نجات کے لیئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔

چونکہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اور آسائشیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اقتدار میں ہیں اس لیئے وہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں عاجزی سے ہاتھ پھیلا کر دعا و التجا کے ذریعہ انہیں حاصل کر لے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے ' چونکہ یہ ساری کامیابی دعا کی قبولیت اور منظوری پر منحصر ہے ' اس لیئے انسان کی اولین اور اہم خواہش یہ ہوتی ہے دعا کی قبولیت کے لیئے جو آداب و شرائط مقرر ہیں وہ ان پر پورا اترنے کی کوشش کرے ' قبولیت دعا کے ذرائع میں سے ایک بہترین اور مجرب ذریعہ وسیلہ بھی ہے جو اہل دل اس راز سے آگاہ ہیں وہ اس سے فائدہ اٹھانے اور دعا قبولیت کا سامان کرنے کے لیئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور یوں عرض کرتے ہیں۔

اے مالک! اپنے محبوب ﷺ کے پھیلے ہوئے دامن کرم اور جہانوں پر چھائی ہوئی رحمت بے پایاں کے صدقے زندگی نعمتوں اور راحتوں سے سرفراز فرما۔ حقیقی خوشیاں عطا کر اور دشمنوں کی دشمنی اور حاسدوں کے حسد کے شر سے محفوظ رکھ۔ امن و عافیت اور سکون و قرار کے مہکتے پھولوں سے جھولیاں بھر دے۔ اور ہر وہ نعمت عطا فرما جو اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیئے ضروری ہے

اور جس سے دنیا والوں کی نظر میں بھی انسان معزز ہو جاتا ہے وغیرہ توسل کا یہ انداز اور ذریعہ اختیار کرنے سے دعا کی نظر اجابت اور مقبولیت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

اس کی وجہ کوئی مجبوری جبر و اکراہ یا دھونس دھاندلی نہیں بلکہ ایک اور ہی چیز ہے جس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

توسل سے قبولیت دعا کی وجہ

بارگاہ خداوندی میں وسیلہ پیش کرنے سے قبولیت کے امکلات بڑھ جانے کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں وسیلہ مقبولیت فضیلت و بزرگی اور شرف و کرامت کے اظہار کا نام ہے گویا جو بندہ کسی محبوب و مقبول شخصیت کا واسطہ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں چونکہ تو نے ہمارے محبوب بندے کا نام لے دیا ہے اس لیئے اس کی محبوبیت ظاہر کرنے کی خاطر ہم تیری مراد پوری کر دیتے ہیں جیسے

حضرت آدم علیہ السلام نے جان کائنات ﷺ کا وسیلہ پیش کیا تو ان کی توبہ قبول ہو گئی

یہود تورات میں محبوب کریم ﷺ کے فضائل و اوصاف پڑھ کر آپ کی شخصیت سے متاثر تھے وسیلہ پیش کر کے دشمنوں پر فتح و نصرت حاصل کرتے تھے

مکہ مکرمہ قحط کی لپیٹ میں آ گیا تو حضرت **عبد المطلب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راحت جاں ﷺ کے وسیلے سے دعا کی ' اللہ نے بارش عطا فرما دی ' اس

وقت محبوب کریم ﷺ کی عمر شریف دو ماہ تھی۔

○ ایک نابینا کو محسن دو جہاں ﷺ نے خود وسیلہ کی تعلیم دی ' اس نے جا کر بارگاہ خداوندی میں آپ کے وسیلے سے دعا کی تو بینائی مل گئی۔

○ حاکم کائنات ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کی قبر کی کشادگی کے لیئے اپنے اور انبیاء کرام کے وسیلے سے دعا کی۔

○ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کی تو رب کریم نے بارش نازل فرمادی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے دعا کرائی تو خشک سالی دور ہو گئی۔

○ روز محشر کی ہوش ربا سختیوں اور ناقابل برداشت پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لیئے لوگ تمام انبیاء کرام کا وسیلہ تلاش کرنے کی کوشش کریں۔گے۔اور بلاآخر حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے مصائب و آلام سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

دور نبوی سے لے کر آج تک کی تاریخ اسلامی بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر روز قیامت تک تاریخ انسانی وسیلہ کی ایسی نادر و ایمان افروز مثالوں سے بھری پڑی ہے اور اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ وسیلے سے محبوب بندوں کی محبوبیت اور مقبولیت کا اظہار ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ انسان مقبول بارگاہ ہے وسیلہ اس چیز کا نام نہیں ہے کہ بندے خدا کو مجبور کردیتے ہیں کہ وہ یہ دعا ضرور قبول کرے ایک مسلمان ایسی واہیات صورت کا تصور نہیں کر سکتا

بعض لوگ اس غلط فہمی کا بری طرح شکار ہیں اس کے ازالہ کے لیئے کچھ وضاحت کی جاتی ہے۔

ایک غلط فہمی کاازالہ

بعض لوگوں کا خیال ہے۔

وسیلہ حقیقت میں دھونس اور جبر و اکراہ کا نام ہے یعنی جو شخص وسیلہ بنتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ متعلقہ شخص کو بخش دے یا اس کی دعا قبول کر لے اور اسے مطلوبہ چیز عطا کر دے۔

یہ خیال حقیقت میں خیال ہی ہے بلکہ ایک زبردست غلط فہمی ہے جس کا اصلیت سے کوئی تعلق نہیں اگر اسے ایک ہولناک مغالطہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا

گذشتہ تفصیلات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وسیلہ کے مفہوم و معنی میں دھونس دھاندلی کا کوئی عنصر شامل نہیں ہے یہ سب خالص نسبت کی بنیادوں پر قائم محبت اور اپنائیت کا کاروبار ہے اس میں ایک طرف نیاز مندی التجاء دعا اور حمد و ثنا ہوتی ہے تو دوسری طرف نوازش بخشش رحمت عطا اور شان بندہ نوازی کی جلوہ گری ہوتی ہے اکراہ مجبوری اور دھونس والی یہاں کوئی بات نہیں بھلا ایک مسلمان اپنے قدرتوں والے مالک کے بارے میں ایسی بے دست و پائی اور عاجزی کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ **سبحان اللّٰہ عما یصفون**

وسیلے کا لغوی اور شرعی مفہوم سمجھ لینے کے بعد اب یہاں صرف چند

سوالات باقی رہ جاتے ہیں وہ یہ کہ

(۱) کیا قرآن و سنت میں اس انداز کے وسیلے کا تصور موجود ہے ؟

(۲) اسلامی عروج و ارتقاء کے بہترین اور نمائندہ زمانوں میں اس پر تعامل کی واضح شہادات اور مثالیں ملتی ہیں "

(۳) کون کون سی چیزیں وسیلہ بن سکتی ہیں ؟

(۴) وسیلہ کی کتنی اقسام ہیں

آخری دو سوالوں کا جواب اسی جگہ دیا جاتا ہے اور پہلے دو سوالوں کے جواب کے لئے پوری کتاب وقف ہے۔ قرآن و حدیث سے وسیلے کی حقیقت و اہمیت ہم مختصراً بیان کر چکے ہیں۔ مزید تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن و سنت کی رو سے وسیلے

توسل کے مفہوم و معنی سے آگاہی کے بعد اب ابتداء میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ عمل توسل اس وقت کارگر مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے جب وسیلہ کے لیئے ان ہستیوں کو منتخب کیا جائے جن کی عظمت و مقبولیت اور شان محبوبیت ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالا تر ہے جو مقرب بھی ہیں ' اور محترم بھی اور حریم قدس کی قدسیت بدلاں قربتوں سے شاد کام بھی جنہیں قدرت کے شیوء لطف و کرم نے اپنی خاص عنایات والطاف اور بے حد و حساب برکتوں اور مہربانیوں کے لیئے چن لیا ہے جن پر رحمت کی گھٹا ٹوٹ کر برستی ہے اور ہر دم حیات تازہ عطا کرتی ہے۔

اگر اہل محبت کو چھوڑ کر دشمنوں اور بیگانوں کو وسیلہ بنایا جائے تو وسیلہ بنانے والا نہ صرف اپنے مقصد و مدعا میں ناکام رہتا ہے اور محرومیوں کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ اس احمقانہ جرات کے باعث عذاب و سزا کا مستحق بھی ٹھہرتا ہے اور اسے غضب و جلال کے کٹہرے میں کھڑا کر کے عبرت کے تازیانوں سے اڑا دیا جاتا ہے اسے محرومی مایوسی بارگاہ لطف و ہدایت سے دور اور دائمی عذاب کی سزا دی جاتی ہے۔

اہل مکہ کی ناپسندیدہ ترین اور انتہائی ناقابل برداشت حرکت ان کی یہی جرات رندانہ تھی وہ ترنگ میں آکر بڑے فخر سے کہا کرتے تھے۔

ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفی

ہم ان بتوں کی کسی اور مقصد کے لیئے نہیں بلکہ صرف اس لیئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں

ان کا مقصد یہ تھا کہ قرب خداوندی کے حصول کے لیئے ہم انہیں بطور وسیلہ پوجتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ خدا تک رسائی حاصل ہو جائے

انہیں آگاہ کیا گیا کہ

یہ تصور اور عمل ناقابل برداشت اور انتہائی مذموم ہے ان تراشیدہ اصنام ٹھوس بتوں اور جامد پتھروں کو یہ عظمت عطا نہیں کی گئی کہ کسی کا وسیلہ بن سکیں یہ خود ساختہ خیال ہے اس لیئے جن لوگوں نے انہیں بطور وسیلہ پیش کرنے کی جرات کی ہے ان کے خلاف کاروائی کی جائے گی اور عذاب کدے میں جھونک دیا جائے گا۔

توسل کے لیئے غلط شخصیت اور ناپسندیدہ چیز منتخب کرنے کی وجہ سے ان کی مذمت کی گئی ہے ' اس لیئے نہیں کہ عمل توسل ناجائز ہے اگر یہ بات ہوتی تو قرآن وسنت توسل کے تذکار ہی سے خالی ہوتے اور ان میں اس کا کوئی تصور نہ پاتا ' حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

چونکہ ناپسندیدہ اور غلط قسم کی شخصیت کو وسیلہ بنانا انتہائی مناسب ناجائز اور ناقابل برداشت عمل ہے جو وسیلہ بنانے والے کو فائدے کی بجائے نقصان پہن جاتا ہے اس لیئے یہ معلوم کرنا ازبس ضروری ہے کہ وہ کونسی اشیاء اور ہستیاں ہیں جو بارگاہ خداوندی میں محترم و مقبول اور قابل صد تکریم ہیں اور قرآن و سنت کی روسے جنہیں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے

اہمیت کے پیش نظر پہلے ان ہی کی فہرست اور تفصیل دی جاتی ہے۔

۱ بندگانِ خاص

وہ عظیم المرتبت برگزیدہ صفات بندے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کی قندیل فروزاں کر دیتے اور حریم قدس کی نورانی فضاؤں میں آمد ورفت کا اذن عام بخشتے ہیں وہ جیتے ہیں تو اسی کی رضا کے لیئے اور جان دیتے ہیں تو اسی کی محبت میں اسی کی خوشنودی اور اطاعت ہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتی ہے وہ اس کے لیئے اور اس کی محبت میں سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں اور وہ بطور انعام انہیں سب کچھ عطا کر دیتا ہے اس قرب و محبت کی وجہ سے وہ انفرادی شان کے ساتھ ابھرتے ہیں ' اور عام لوگوں سے بلند تر ہو جاتے ہیں

اولوالعزم رسولان گرامی انبیاء کرام اور اولیاء عظام اس دعوے کی نمائندہ مثال ہیں

ان کا محترم صاحب توقیر' عالی مرتبت اور محبوب و مقبول ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے اور وسیلہ ہونا بھی یہ دونوں چیزیں آئندہ صفحات میں پوری تفصیل سے بیان کی جائیں گے۔

۲ اعمالِ صالحہ

اچھے اور نیک اعمال بارگاہ الٰہی میں بے حد مقبول ہوتے ہیں ان کی برکلت شمار سے باہر ہیں بعض اوقات یہ انسان کی کلیا ہی پلٹ دیتے ہیں اور اپنے ساتھ نورانی جہانوں میں لے جاتے ہیں۔

بارگاہ الٰہی میں مقبول و منظور ہونے کی وجہ سے اچھے اعمال کا وسیلہ ہونا بھی ثابت ہے اس کا بیان بھی الگ باب میں ہو گا

۳ تبرکات

کتنی ہی متبرک اشیاء ہیں جنہیں اہل اسلام احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' صرف اس لیئے کہ ان کی نسبت اللہ کی طرف یا کسی اللہ والے کی طرف ہوتی ہے' یہ مقدس اشیاء بارگاہ خداوندی میں خاص مقام رکھتی ہیں جس کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود ہے۔ ان کی برکت سے مسلمانوں کو بہت کچھ حاصل ہوتا ہے

ان کے لئے بھی ایک پورا باب وقف ہے۔

۴ اوراد و اسماء حسنیٰ

بعض اوراد و وظائف اور اسماء و کلمات بارگاہ خداوندی میں بہت محبوب و مقبول ہوتے ہیں اپنے معانی اور مفاہیم کے اعتبار سے ان میں انفرادیت اور امتیازی شان پائی جاتی ہے۔

سند و دلیل سے ثابت ہے کہ اگر ان کے توسل سے دعا کی جائے تو برکت نازل ہوتی ہے اور قبولیت کی علامات فوراً نمایاں ہوتی ہیں

اس کا بھی بیان ہو گا۔

قرآن و سنت کی روشنی میں امت کے تمام حق پرست حلقوں کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ ان محترم ہستیوں اور چیزوں کو حصول مقصد کا وسیلہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ' خدا کی بارگاہ میں خاص مرتبہ و مقام کی وجہ سے انہیں احترام کی نظر سے دیکھنا اور ان سے تعلق جوڑنا انسان کے اپنے مفاد میں ہے اور سعادت و نیک بختی کا سنگ میل ہے۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب اسمائے محبوب ﷺ میں)

توسل کی صورتیں اور قسمیں

توسل مقبول و مشروع اور مفید ترین عمل ہونے کے باوجود ' عام فہم نہیں ہے لوگ عموماً اس کی ترکیب و حقیقت مشروعیت کے انداز اور طریق کار سے نا

آشنا ہیں اور بعض اوقات جہالت و نادانی کی وجہ سے غلط انداز اختیار کر لیتے ہیں اس لیۓ اس کی مشروع اور مستند صورتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ عوام کو توسل کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے اور وہ اس سلسلے میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ رہیں۔

بعد میں اس کے دلائل پیش کیے جائیں گے جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عمل توسل جائز ہے اور کوئی اختراعی من گھڑت اور بے وقعت مسئلہ نہیں ہے جس کی شرع اسلامی اور کتاب و سنت میں کوئی سند اور دین مبین میں اس کا کوئی تصور موجود نہ ہو۔

پہلی صورت
توسل بالذات

بندہ حالات کی سنگینی اور مصائب و آلام سے شکست کھا کر خود کو انتہائی لاچار بے دست و پا' اور مجبور تصور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور یوں دعا کرے

اے ارحم الراحمین! میری ناتوانی اور بے بضاعتی تیرے علم میں ہے حالات سے شکست کھا گیا ہوں کوئی سہارا نہیں رہا اس لیۓ تیرے دربار میں ہاتھ پھیلائے ہیں ' رحمت کی نظر فرما' اور اپنے محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے حالات کا رخ موڑ دے اور مصیبتوں اور سختیوں سے بچا' پریشانیوں کی دلدل سے نکال اور اس قابل بنا کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکوں۔

تیری رحمت بے پایاں اور جودو عطا کا سمندر بے کنار ہے ایک نگاہ کرم مجھے زندگی کی خوشیوں سے ہمکنار کر سکتی ہے نعمتوں کے خزانے عطا کر سکتی ہے اور کامیابی کے شگفتہ پھولوں سے جھولی بھر سکتی ہے اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقہ یہ سب نعمتیں راحتیں اور مسرتیں عطا کر اور محرومی کی اذیت و تکلیف سے بچا۔ بے شک تو بڑا ہی مہربان اور رحمت فرمانے والا ہے۔

مصائب و شدائد اور تکالیف و مشکلات سے نجات کے علاوہ زندگی میں جو اور محرومیاں ہوتی ہیں ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیئے اور اپنی ضروریات و مرغوب اور مطالبات کے حصول کے لیئے اسی انداز سے دعا کرنا کہ

یا اللہ محبوب کریم ﷺ کے صدقے رحمت اور کرم فرما یہ وسیلے کی پہلی قسم ہے۔

☆ علامہ تاج الدین سبکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ توسل کی اس پہلی قسم کی یوں تشریح فرماتے ہیں

النوع الاول ان یتوسل بہ بمعنی ان طالب الحاجۃ یسال اللّٰہ تعالٰی بہ او بجاھہ او ببرکتہ (شفاء السقام ۱۲۱)

پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ کے محبوب بندے کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے یعنی دربار الٰہی میں اس بندے کو جو جاہ منزلت حاصل ہے۔ اس کے وسیلے سے دعا کی جائے اور طالب حاجت یوں کہے یا اللہ ! اپنے فلاں بندے کے وسیلے سے میری حاجت و مراد پوری فرما۔

دوسری صورت توسل بالدعاء

(۲) کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب و مقبول بندے کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یوں عرض گزار ہو۔

یا حضرت! گناہ گار و مسکین آدمی ہوں حالات سازگار نہیں رہے مصائب و آلام نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور مشکلات نے اپنے شکنجے میں کس لیا ہے تکالیف بلائے بے درمان بن کر نازل ہو رہی ہیں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں آپ محبوب خدا، موحق آگاہ اور سالک راہ ہیں اس غریب کے حق میں دعا فرمائیں کہ باری تعالیٰ ان نازل شدہ آفات و بلیات کو میری ذلت اور گھر بار سے دور فرمائے اور آنے والے فتنوں بلاؤں وباؤں اور مصیبتوں سے بچائے آپ دعا فرمادیں گے مجھ غریب کی بگڑی بن جائے گی اس لئے ضرور نظر کرم فرمائیں۔

علامہ موصوف نے توسل کی اس دوسری قسم کی یوں وضاحت فرمائی ہے

النوع الثانی التوسل به بمعنی طلب الدعاء منه (شفاء السقام ۱۴۴)

توسل کی دوسری قسم یہ ہے کہ ولی کامل سے دعا کے لئے التجاء کی جائے۔

جو اولیاء کرام اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کرانا بھی اسی قسم میں شامل ہے زندہ اور مردہ نیک حضرات سے دعا کرانے کے دلائل اکٹھے ذکر کئے جائیں گے۔

تیسری صورت
توسل بالاستمداد

قدرت نے اس کائنات کا نظام اور ڈھانچہ اس طرح کھڑا کیا ہے کہ ہر چیز کسی نہ کسی سبب اور ذریعہ سے وابستہ ہے اور اس کے ساتھ قائم و موجود ہے اگر اس سبب کو درمیان سے ہٹا لیا جائے تو اس چیز کا وجود ہی ناپید ہو جاتا ہے۔

حقیقی مالک معطی' اور خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی کے حکم سے ہر چیز وجود میں آتی اور اسی کی عطا سے کسی کو ملتی ہے اگر وہ ارادہ نہ کرے یا نہ دے تو کسی میں یہ مجال و قدرت نہیں کہ وہ کسی کو کچھ دے سکے اس کے باوصف تمام عطایائے الٰہی ایک بیٹے کو باپ کی وساطت سے ایک خادم کو آقا کے وسیلے سے اور رعایا کو حاکم کے ذریعے سے ملتے ہیں

باپ آقا اور حاکم ان اشیاء کے مجازاً مالک ہوتے ہیں ان کو مالک ماننے سے ایمان میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا اسی طرح اگر بیٹا خادم یا رعایا ان سے کچھ مانگ لیں تو بھی توحید و ایمان میں کچھ فرق نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں باپ آقا اور حاکم کو عطا کا سبب بنایا ہے سبب کو سبب اور مجازاً مالک سمجھ کر سوال کرنے سے کوئی گنہ گار نہیں ہوتا نہ عقیدہ توحید پر کوئی زد پڑتی ہے اور نہ ہی وہ مجروح ہوتا ہے۔

یہ اسی کائنات میں اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ نظام ہے جسے تسلیم کرنے میں عافیت ہے اگر کوئی ان درمیانی اسباب اور واسطوں کو ناجائز و حرام دے کر ان سے اجتناب و پرہیز کو اپنا شعار بنا لے تو وہ اس دنیا میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا'

اسے حرام اور توحید کے منافی قرار دے کر نہ صرف وہ نظام قدرت کے ساتھ بغاوت کرے گا بلکہ قدرت پر معترض بھی ہوگا اور کسی بھی مخلوق سے کسی بھی قسم کا لین دین نہیں کر سکے گا اور سوال و عطا اور طلب و بخشش اس کے حق میں حرام ہو جائے گی اور اپنی اس سوچ کے نتیجے میں نہ صرف نظام قدرت پر نکتہ چینی کے باعث باغی و سرکش قرار پائے گا بلکہ اس بھری پری دنیا میں تمام انسانوں سے بھی کٹ کر رہ جائے گا اور اس کے لیئے انسانوں کی طرح اور انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنا محال ہو جائے گا' کیونکہ یہاں کوئی نہ کوئی عطایائے الٰہی کا مجازاً مالک ہے اور اسے مظہر عون الٰہی یا سبب جان کر کچھ نہ کچھ مانگنا ہی پڑتا ہے اگر یہ مانگنا ناجائز و حرام ہو جائے تو کاروبار زندگی ہی ٹھپ ہو جائے اور ہر چیز شرک میں ڈوب جائے اگر شرک کو اتنا ستا اور عام کر دیا جائے تو توحید کو خوردبین سے بھی تلاش نہیں کیا جا سکے گا اس صورت میں کوئی مائی کا لال سینے پہ ہاتھ رکھ کر خود کو موحد کہنے کی جرات نہیں کر سکے گا کیونکہ ہر کوئی اسباب کا محتاج ہے

اس لیئے بہر صورت ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کو حقیقی مالک اور مخلوق کو مجازاً مالک یا سبب جان کر اس سے کچھ مانگنے اور سوال کرنے میں کوئی قباحت نہیں یہ قدرت کا اپنا مقرر کردہ نظام ہے شرک نہیں

سبب بننے والی ہستی خواہ زندہ ہو خواہ اس دنیا سے روپوش ہو چکی ہو' اسے محض سبب اور وسیلہ جان کر اس سے سوال کرنا بالفاظ دیگر استمداد کرنا جائز ہے اور سبب یا وسیلہ کی بجائے خدا سمجھ کر کچھ مانگنا شرک ہے مطلب یہ کہ جو شرک ہے وہ بہر صورت شرک ہے اور جو شرک نہیں وہ کسی صورت میں بھی شرک

نہیں زندہ یا مردہ سے کچھ فرق نہیں پڑتا یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ مردہ سے سوال کرنے سے تو شرک ہو جائے اور زندہ سے سوال کرنے سے شرک نہ ہو۔

یہ ساری بات ذہن نشین کر لینے کے بعد اب توسل کی اس تیسری قسم کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں اسے توسل بلا استمدلو کہتے ہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص بارگاہ رسالت ہیں۔

یوں عرض کرے

میرے آقا! آپ کا ناچیز غلام لور بندہ بے دام ہوں طرح طرح کی مشکلات نے اپنے شکنجوں میں جکڑ لیا ہے آپ نگاہ و لطف و کرم فرمائیں تاکہ مصائب و آلام کی یہ زنجیریں ٹوٹ جائیں لور میں سکھ کا سانس لوں

آپ خدا کی عطا سے خزانوں کے مالک لور نعمتوں کے قاسم ہیں آپ کے دربار عالی سے کوئی سائل گدا محروم و مایوس نہیں میں بھی کاسۂ گدائی لیئے آگیا ہوں نواسوں کا صدقہ اس میں خیرات ڈال دیں لور دین و دنیا بخش دیں مجبور و لاچار ہوں سہارا دیں غم نصیب ہوں سکھ دیں فاقہ کش و محتاج ہوں غنا عطا کریں لور بے یار و مدد گار ہوں غم خواری فرمائیں لور دست شفقت رکھیں تاکہ غم دور ہوں محرومیوں کے بادل چھٹیں لور خوشیاں آگے بڑھ کر اپنے دامن میں لے لیں وغیرہ وغیرہ۔

براہ راست اس طرح سوال کرنے کو استمدلو یا استعانت کہتے ہیں اسی صورت میں بھی مانگنے والے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ حقیقی مالک و قادر تو اللہ تعالیٰ ہی ہے آپ قوی سبب اور وسیلہ ہیں اسی لیئے آپ عطا فرمائیں یعنی مالک

حقیقی سے لے کر دیں اس میں بظاہر سوال ان سے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتا ہے کیونکہ کوئی ایسا نہیں جو کسی بھی بندے کو مستقل بالذات خدا یا مالک حقیقی سمجھتا ہو سب نظام کائنات کے دوسرے شعبوں کی طرح ان کو سبب اور وسیلہ ہی سمجھتے ہیں

علامہ تاج الدین سبکی نے توسل کی اس اہم صورت کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے

النوع الثالث من التوسل ان یطلب منه ذالک الامر المقصود بمعنی انه صلی اللّٰه علیه و آله و سلم قادر علی التسبب فیه بسواله ربه وشفاعته الیه (شفاء السقام ۲۹۴)

توسل کی تیسری صورت یہ ہے کہ سائل اپنا مقصود خود راحت جاں ﷺ سے طلب کرے اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ محبوب کریم ﷺ بارگاہ الٰہی میں التجاء اور شفاعت کا قوی وسیلہ اور سبب ہیں

(مزید تفصیل ہماری کتاب شفاعت محبوب ﷺ میں)

چوتھی صورت

توسل بالحسنات

اعمالِ صالحہ کو حسنات یا نیکیاں اس دنیا کی برکت خوشبو اور حسن و جمال ہیں اور دوسری زندگی کا نایاب خزانہ اور قیمتی زرمبادلہ ہیں آخرت میں انسان کی عزت و آبرو اور دائمی کامیابی اور حقیقی خوشی بڑی حد تک انہی پر موقوف ہوگی، جسے نیکیوں کے انبار کی دولت حاصل ہوگی وہ مسرت سے بے قابو ہو کر میدان

حشر میں یہ اعلان کرتا پھرے گا۔ **هاءم اقراء وکتابیه**

آؤ اور میرا اعمال نامہ پڑھو۔

نیکیاں اطاعت و فرمانبرداری کی علامت ہیں اس لیئے اللہ تعالیٰ انہیں پسند فرماتا ہے اور اگر کوئی ان کے وسیلے سے دعا کرے اور یوں کہے!

یا اللہ میں نے جو عمل کیا ہے اگر اس میں خلوص نیت شامل ہے اور صرف تیری رضا کے لیئے کیا گیا ہے تو اسے قبول فرما اور اس کی برکت سے قلق و اضطراب اور پریشانیوں کی دلدل سے نکال جو زندگی کی حسین قدروں اور پر کیف لذتوں کو بے رحمی سے نگل رہی ہے۔

اگر کوئی اس طرح نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اور بندے کی مراد پوری کر دیتا ہے

پانچویں صورت

توسل بالتبرک

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بندوں سے نسبت و تعلق رکھنے والی ان کے استعمال و تصرف میں رہنے والی اشیاء میں ایک خاص نورانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جسے اہل نظر ہی دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں اس لیئے وہ متبرک ہو جاتی ہیں اور خاص حالات میں تو وہ شعائر اللہ بھی بن جاتی ہیں اور ان کی تعظیم و توقیر بھی لازم ہو جاتی ہے۔

بارگاہ خداوندی میں بھی ان کی خاص اہمیت اور بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے

اسی لیئے اگر کوئی ان کے وسیلے سے دعا کرے تو وہ قبول ہوتی ہے اور اس تبرک کے مالک کی باطنی حیثیت و مرتبے کے مطابق زود یا بدیر اس کا ظہور ہوتا ہے توسل کی یہ تمام صورتیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور اسلام کے دور اول ہی سے رائج و معمول ہیں اہل علم اور اصحاب تقویٰ نے کسی ذہنی اضطراب واندیشے کے بغیر انہیں بڑی رغبت اور ذوق و شوق سے اپنایا ہے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیئے ہیں۔

علامہ زینی بن دحلان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمل توسل کی اسی برکت اور ماہیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

فالتوسل والتشفع والاستعانة کلها بمعنی واحد ولیس لها فی قلوب المومنین معنی الا التبرک بذکرا حبا اللّٰه تعالیٰ لماثبت ان اللّٰه یرحم العباد بسببهم سواء کانو احیانا اواموات(الدررالسنیه)

توسل تشفع اور استعانت کا ایک ہی معنی ہے مومنین کے دلوں میں اس کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ کے محبوب بندوں کے ذکر کے ساتھ تبرک حاصل کیا جائے کیونکہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے توسل سے بندوں پر رحم فرماتا ہے چاہے وہ زندہ ہوں یا وصال فرما چکے ہوں۔

خلاصہ کلام

اس پوری بحث سے یہ حاصل ہوا کہ دینی اعتبار سے توسل کا مفہوم یہ ہے

کہ جو ہستیاں یا اشیاء اعمال یا کلمات ' محبوب و پسندیدہ ہیں اور بارگاہ خداوندی میں مقبول ہیں ان کے ذریعہ و وسیلہ سے رب کی رضایا مغفرت یا دنیاو آخرت کی کوئی اور نعمت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یعنی بارگاہ خداوندی میں عرض کی جائے کہ وہ ان کی برکت و وسیلہ سے گناہ بخش دے جو کوتاہیاں ہو گئی ہیں وہ معاف کر دے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے ۔ .... یا کسی نیک بندے سے کہا جائے کہ وہ خیر و برکت کے حصول کے لئے دعا کرے یا اگر وہ بہت ہی برگزیدہ اور عظیم ہے (جیسے انبیاء کرام یا جلیل القدر اولیائے عظام) تو ان سے کہا جائے ہمیں فلاں چیز کی ضرورت ہے آپ عطا کریں مقصد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے لے کر دیں .... یا کسی قسم کا نیک عمل کر کے یا دعائیہ کلمات و وظائف پڑھ کر خدا کی بارگاہ میں عرض کی جائے کہ ان کی برکت وسیلہ سے ہمیں مصائب و آلام سے نجات دے وغیرہ وغیرہ۔

تو یہ سب وسیلے کی مختلف صورتیں ہیں اور قرآن و سنت تعامل صحابہ کرام ' اولیاء عظام اور امت کے اجماع سے ثابت ہیں جب سے انسانیت کا آغاز ہوا ہے اس وقت سے ان پر عمل ہوتا آ رہا ہے ' انسان کی دینی تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں اس پر عمل نہ ہوا ہو ہر گنہ گار نے شعور زیست حاصل ہونے کے بعد قرب خداوندی اس کے رحمت و برکات یا دنیا میں کسی بھی نوعیت کی کامیابی یا کسی دیرینہ آرزو کی تکمیل یا کسی پیچیدہ بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے کسی بالا تر نیک ہستی کی ذات یا دعا یا نیک عمل کا سہارا لیا ہے اور اس وسیلہ سے کامیاب ہوا ہے

آئندہ صفحات میں ہر صورت پر پوری تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

عمل توسل عقل کی نظر میں

توسل اور عمل توسل دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے عقل و فکر کی روشنی میں توسل کا جائزہ لینے کا مطلب یہ ہے کہ سوچا جائے توسل کی حقیقت کیا ہے ؟ کیا یہ ایسی چیز ہے ' شعوری طور پر جس کا وجود تسلیم کیا جائے اور ہوش و خرد کے حوالے سے مان لیا جائے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں یہ کائنات کی ایک ناگزیر حقیقت ہے

اور عمل توسل کے تجزیاتی مطالعے کا مطلب یہ ہے کہ

عقل و خرد کی رہنمائی میں اس نتیجے اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جائے کہ بارگاہ خداوندی میں توسل پیش کرنے کا کیا مطلب ہے ؟ عقل اس کا کیا جواز پیش کرتی ہے اور اس کی گہرائی تک پہنچنے کے لیئے محسوس زندگی میں اس کی کیا مثال ہے ؟

یہ دونوں صورتیں سمجھ میں آ جائیں تو بات ہی واضح ہو جاتی ہے اور اس مسئلے میں کوئی الجھن نہیں رہتی اس لیئے ترتیب وار انہی صورتوں کی تشریح کی جاتی ہے

توسل عقل کی روشنی میں

زندگی کے مصروفِ عمل شعبوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے سارا

کاروباری رہنمائی اور قیادت کا مرہون منت ہے ہر شعبے کو ماہر و تجربہ کار قیادت میسر ہے جو اسے اپنی سوجھ بوجھ اور دانش و بینش کے مطابق چلا رہی ہے۔

جو لوگ شعبہ طب سے متعلق ہیں' ان کی رہنمائی کے لئے ایسے حکماء اور ڈاکٹر موجود ہیں جنہیں اپنے فن میں مہارت تامہ حاصل ہے اور وہ سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح انجینرنگ کے شعبے کے لیئے تجربہ کار ماہر فن انجینیو اور مہندس موجود ہیں جو مشینوں کی ہر حرکت اور پرزے کے عمل پر عقابی نظر رکھتے ہیں اور دیو ہیکل آلات سے لے کے چھوٹے سے چھوٹے پرزے تک کا عمل سمجھتے ہیں اور ان سے کوئی کل پرزہ پوشیدہ نہیں۔

یونہی اعلیٰ مدارس اور علمی مکاتب میں تعلیم دینے کے لیئے اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ ہیں جن کے پر مغز مقالات اور بصیرت افروز خطبات تشنگان علوم کو سیراب کرتے ہیں اور علمی طلب کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

اسی طرح باقی شعبوں کا حال ہے یہ نہیں دیکھا گیا کہ طب کے طلباء کو پڑھانے کے لیئے کوئی انجینیو مقرر کر دیا گیا ہو' یا کسی وکیل صاحب کو انجینیرنگ کالج بھیج دیا گیا ہو کہ لڑکوں کو پیچیدہ آلات کے عمل سے آگاہ کریں یا کسی فلاسفر کو یہ حکم دیا گیا ہو کہ شعبہ سرجری کو چیر پھاڑ کرنا اور مرہم رکھنا سکھائیں۔

ہر شعبے کا کاروبار اسی قیادت کے سپرد ہے جسے اس فن میں مہارت حاصل ہے اگر کوئی شبہ بے اصولی اور اضطراب کا شکار ہو جائے اور غلط ہاتھوں میں چلا جائے تو اس میں پراگندگی اور خلل کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں اور وہ مختصر مدت

میں اپنی افادیت ہی نہیں بلکہ اپنا وجود ہی کھو بیٹھتا ہے۔

اس کی ایک دلچسپ مثال مغربی طرز کی جمہوریت ہے۔

یہ وہ نظام حکومت ہے جس میں شعبہ انتظامیہ کا عظیم ترین قائد یعنی مملکت کا سربراہ عوام چنتے ہیں جن میں ماجھے' گامے للو پھتو سبھی قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں اور جنہیں سربراہ مملکت چننے کا کوئی سیاسی شعور نہیں ہوتا لہٰذا وہ کسی سرگرداں مداری پیشہ ور باتونی یا غدار لاف زن کی باتوں اور جھوٹے وعدوں میں آ کر اسے منتخب کر لیتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مملکت کا کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے اور ہر شعبہ بد نظمی کی آماجگاہ اور ابتری کی دردناک مثال بن جاتا ہے

یہ حقائق اس دعوے کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ زندگی کا کاروبار ہی توسل کے رحم و کرم پر ہے' اس کا ہر شعبہ وسیلے کا محتاج ہے اگر شعبہ طب کو ڈاکٹر نہ ملے شعبہ تعلیم کو معلم نہ ملے شعبہ وکالت کو وکیل نہ ملے یا مختلف اداروں کو غیر متعلق رہنما ملیں تو سارے شعبے ہی افراتفری کا شکار ہو جاتے ہیں اور قیادت و رہنمائی کا وسیلہ میسر نہ آنے کے باعث اپنا وجود ہی کھو بیٹھتے ہیں۔

جس طرح زندگی کے ان شعبوں میں متعلقہ افراد کی حاجت ہے اور وہ ان کی کامیابی کا وسیلہ ہیں اسی طرح انسانی زندگی کا ایک اہم ترین شعبہ ہدایت و عرفان ہے جس پر انسان کی روحانیت اخلاق باطنی کمال و ارتقاء اور پاکیزگی و شائستگی کا دارومدار ہے اس کے لیے بھی راہ شناس ماہر و عارف کی ضرورت ہے جو راستہ دکھانے کا وسیلہ بنے جس میں یہ صلاحیت ہو کہ انسان کو راستے کے پیچ و خم اور نشیب و فراز سے بچاتا ہوا' بارگاہ خداوندی تک لے جائے اور واصل باللہ کر

دے۔ دیگر شعبوں کی طرح اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ کامل و ماہر ہو نفس و شیطان کے حیلوں پر پیچ تدبیروں اور مکرو فریب کی باریکیوں پر اطلاع رکھتا ہو ان دشوار گزار راہوں سے گزر کر منزل صفا تک پہنچ چکا ہو' اور اس قابل ہو کے زیر تربیت طالب مرید کی روحانی تربیت کر سکے۔

اہل صفاء کی شمار میں نہ آنے والی تعداد نے بتایا ہے کہ اس منزل کے راہی اور زندگی کے اس خاص شعبے میں بھرپور رہنمائی اور مدد کرتے ہیں اور اس مقام رفیع تک پہنچا دیتے ہیں جو انسانیت کا منتہائے مقصود اور روحانیت کا نقطہ عروج ہے جس کو ارتقائے انسانیت کی معراج کمال تصور کیا جاتا ہے اور جس کو فرشتے بھی رشک و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے وسیلے سے اسی منزل رفیع کو پاکر حضور خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ سراپا سپاس بن گئے اور نیاز مندی کے عالم میں کیف و وجد میں ڈوبے ہوئے انداز میں گویا ہوئے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

روحانی شعبے کے ایک اور مبلغ و معلم حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ اسی عالیشان منزل تک پہنچانے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں

طالب بیا طالب بیا
تارسانم روز اول با خدا

اے حق کے طلبگار' آ آ جا' میرے پاس آجا' میں تجھے پہلے ہی روز واصل

باللہ کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندے جنہیں عرف عام میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے وہ اس روحانی و عرفانی شعبے کے ماہر کامل رہنما ہیں جب زندگی کے دوسرے شعبوں میں قائدین اور رہنماؤں کی ضرورت ہے تو اس شعبے کے لیئے بھی ماہر کی ضرورت ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ اہم ترین شعبہ ان سے خالی ہو' اور ان کے بغیر کام چل سکتا ہو۔

جب کسی سعادت مند کے دل میں نور عرفان و ہدایت حاصل کرنے تائب ہونے اور صراط مستقیم پر چلنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو اسی شعبے کے افراد اس کی مشکل آسان اور قدم قدم پر رہنمائی کرتے ہیں اور نگاہ و صحبت سے تربیت کرتے کرتے خدا تک پہنچادیتے ہیں۔

عقل یہ باور کرنے سے قاصر ہے کہ

زندگی کے باقی شعبوں کے لیئے تو ماہرین و قائدین کی ضرورت ہو اور روحانی شعبہ خالی ہو اس لیئے راہ ہدایت و سلوک میں اہل اللہ کا رہنمائی کرنا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے

عمل توسل

عمل توسل کا فکری جواز معلوم کرنے کے لیئے اس ایک ثابت شدہ حقیقت پر غور کرلیناہی کافی ہے کہ

دوست کا دوست بھی محبوب ہوتا ہے

اس کی قدرے وضاحت کے لیئے چند مثالیں درج ذیل ہیں

۱ پہلی بیوی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے لوث محبت پر خلوص رفاقت اور مثالی خدمت سے محبوب کبریاء ﷺ بے حد متاثر تھے اور ان کو قابل احترام اور محبوب بیوی کا درجہ دیتے تھے ان کے وصال کے بعد بھی آپ نے ان کی محبت کو فراموش نہ کیا تا آنکہ اسی محبت نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو بھی آپ کی نظر میں عزیز و قابل تکریم بنادیا آپ اکثرو بیشتران کو تحفے بھیجتے رہتے تھے۔

۲ حضرت امیرالمومنین عمرفاروق رضی اللہ عنہ حسنین کریمین ' امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے اپنی اولاد کو نظر انداز کردیتے مگران شہزادوں کی خواہشوں کا احترام کرتے تھے صرف اس لیئے کہ وہ ان کے محبوب کے نواسے تھے۔

۳ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدینہ طیبہ کے شائستہ کتوں کی بڑے اہتمام کے ساتھ دعوت کیا کرتے تھے اس لیے کہ وہ محبوب کی گلیوں کے رہنے والے تھے۔

۴ مجنوں صاحب کو کسی نے دیکھا کہ بے قرار ہو کر ایک کتے کو پیار کر رہے ہیں' پتہ چلا کہ وہ لیلیٰ کی گلی کا کتا ہے۔

دوست کا دوست جس طرح محبوب اور پیارا ہوتا ہے' اسی طرح اس کا کہنا بھی مانا جاتا ہے اس کی بات ٹالی نہیں جاتی بلکہ تا مقدور اس کی فرمائش اور خواہش پوری کی جاتی ہے۔

اس کی ایک مثال حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت مبارک ہے۔

اگر کوئی عربی باشندہ آپ سے کسی چیز کا مطالبہ کرتا تو آپ فوراً عطا فرمادیتے یہ نہ دیکھتے کہ مطلوبہ چیز نہایت قیمتی اور گرانقدر ہے اس ایثار و قربانی کی واحد وجہ یہ تھی کہ آپ اس کی نسبت کو دیکھتے تھے کہ یہ محبوب کے شہر کا رہنے والا ہے۔

○ میرے پیر و مرشد خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ بناوٹی عربی .... آتا تو اس کی بھی قدر کرتے (مزید تفصیل ہماری کتاب محبت اور علامات محبت کی نہیں جاتی محبت ہو جاتی ہے میں ملاحظہ فرمائیں)

عمل توسل کی تہہ میں یہی حقیقت ثابتہ کار فرما ہے۔

جب بندہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرتا ہے کہ یا اللہ! میں تیرے محبوب کا وسیلہ پیش کرتا ہوں میری فلاں مشکل آسان کردے۔

تو دراصل وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اے مالک! میں تیرے محبوب کا امتی غلام اور ان کا ماننے والا ہوں محبوب کے ساتھ نسبت و تعلق کی وجہ سے مجھ پر رحم فرما

اپنی دعا کو قبولیت کے مدارج تک پہنچانے کے لیئے نبی پاک ﷺ کی ذات مبارک کے ساتھ اپنے متعلق کا اظہار عقل کے نزدیک کسی اعتبار سے بھی قابل اعتراض اور ناپسندیدہ نہیں ہے بلکہ عقل تسلیم کرتی ہے کہ بات کو قبولیت سے قریب تر کرنے کے لیئے اس کے دوست کا حوالہ شائستگی اور اپنائیت کی دلیل ہے اور اس سے رحمت و ہمدردی کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں اس لیئے بارگاہ

خداوندی میں محبوب کریم ﷺ کے ساتھ توسل کی صورت میں اپنے تعلق کا اظہار دین و دانش کے کسی مرحلے میں بھی معیوب و ناگوار نہیں بلکہ مستحسن فاضل تر ہے۔

وسیلہ پیش کرنے کی قرآنی دلیل
گذشتہ امتوں میں توسل

وکانو من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکافرین

(اور وہ یہودی نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری) سے پہلے اس آنے والے نبی پاک کے وسیلے سے کافروں پر فتح طلب کیا کرتے تھے، پھر جب وہ مشہور و معروف اور جانے پہچانے نبی کریم روف و رحیم ﷺ تشریف لے آئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا۔ پس ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس آیت کریمہ کا ایمان افروز تاریخی پس منظر یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانے میں جب تورات پاک عطا کی تو وہ اس میں حضور نبی کریم رسول آخر الزماں ﷺ کے فضائل و خصائص اور بے مثل شانوں کا تذکرہ پڑھ کر دنگ رہ گئے جگہ جگہ اور تسلسل کے ساتھ ان کی عظمت و بے **مثلیت** کے تذکرے پڑھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ان جیسا کوئی نہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں شاہکار قدرت کی حیثیت سے تخلیق کیا ہے اور تمام زمانوں اور جہانوں پر تفوق بخشا ہے وہ علی الاطلاق افضل و

اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہیں اور ایسی بے نظیر و والا شان کے مالک ہیں کہ ان کا غلام و امتی ہونا بھی انسان کے لیئے بہت بڑا اعزاز ہے چنانچہ اپنے تاثرات سے مغلوب ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے۔

یارب بسطت هذا الخير لاحمد وامته فاجعلني من امته

اے پروردگار! جب تونے اپنے محبوب اور ان کی امت کو ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے تو میں التجا کرتا ہوں مجھے ان کا امتی بنادے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو بھی حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیئے ایک مجلس میں تلقین فرمائی۔

اے یہود! میں مشاہدات و تجربات اور کائنات کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ نے محبوب دو جہاں ﷺ سے بڑھ کر کوئی وجود برحق پیدا نہیں کیا وہ وجہ تخلیق کائنات اور شاہکار قدرت ہیں ان سے حسین تر و زیبا تر ہستی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا وہ اس کائنات کا سب سے حسین جوہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محبوبیت کبریٰ کے لیئے منتخب کیا ہے بلکہ منتخب فرما کر پھر بنایا ہے اس لیئے وہ سب سے اونچے مرتبے کے مالک اور سب سے زیادہ مقرب ہیں انہیں وہاں تک رسائی حاصل ہے جہاں کوئی نبی و رسول اور مقرب فرشتہ دم نہیں مار سکتا اس لیئے ہم تمہیں ایک اہم راز کی بات بتاتے ہیں جو زندگی کے ہر دور میں تمہارے کام آئے گی اور ہجوم مشکلات میں مشکل کشا ثابت ہو گی۔

وہ راز کی بات یہ ہے کہ

اس آنے والے پاک نبی کی محبت اپنے دل و دماغ میں بسالو اور ان کے متوالے بن جاؤ ایسی حرکتیں کرو جن سے یہ ثابت ہو کہ تم ان کے عاشق صادق ہو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمہاری زندگی پھولوں کا گہوارہ اور خوشیوں کا مہکتا چمنستان بن جائے گی اور دکھوں کے کانٹے تمہاری زندگی سے اس طرح نکل جائیں گے گویا دنیا میں ان کا وجود ہی نہیں اس طرح تم فلاح دارین حاصل کرلو گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ

اگر بالفرض زندگی کے کسی بھی دور میں کسی زبردست اور ناقابل تسخیر دشمن سے تمارا ٹکراؤ ہو جائے اور تم سمجھ لو کہ زندگی اور موت کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے تو ایسے نازک موقعہ پر گھبرا نہ جانا جب بھی کوئی ایسی ہوش ربا اور خوفناک گھڑی آئے تو جان کائنات ﷺ کے وسیلے سے فتح و نصرت طلب کرنا اسی وقت کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور تم دشمن پر غالب آ جاؤ گے زندگی کے کسی بھی خطرناک موڑ پر تم یہ نسخہ آزمانا' کبھی بھی نامراد و ناکام نہیں رہو گے' بلکہ رحمت خداوندی تمہاری دستگیری کے لیئے آگے بڑھے گی اور تمہارے گلے میں مرادوں کے ہار ڈال دے گی

یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ راز کی بات سن کر ذہنوں پر نقش کرلی اور پھر ہر دور میں اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

جب محبوب کریم ﷺ کی بعثت قریب تھی تو انہیں قرائن و آثار سے پتہ چل چکا تھا اب نبی آخر الزماں تشریف لانے ہی والے ہیں اس لیئے وہ اس وقت بھی اس دیرینہ کامیاب ہتھیار کو اپنے دشمنوں کے خلاف آزماتے رہتے تھے

اور عرب کے بت پرستوں اور مشرکوں کو خبردار کیا کرتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزماں کے ساتھ مل کر ہم تمہیں نابود کردیں گے۔

اس سلسلے کی مستند تفصیلات یہ ہیں

حضرت عاصم حضرت ابن عباس اور حضرت قیس بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی یہ تمام روایات تفسیر ابن جریر طبری ' معالم التنزیل بغوی اور شاہ عبد العزیز کی تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے تحت مندرج ہیں

و ذلک انهم کانو یقولون اذا احزنهم امروهمهم عدو اللهم انصرنا علهیم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی تجدصفته فی التوراة فکانو ینصرون

(یہودیوں کو جب بھی کوئی مصیبت پیش آتی یا دشمن ان پر یلغار کرتا تو وہ کہتے ! آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی پاک کے وسیلے سے ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما' وہ پاک نبی جن کی صفات کا ذکر تورات میں موجود ہے اس دعائے وسیلہ کی برکت سے ہمیشہ ان کی مدد کی جاتی تھی) (تفسیر ابن جریر جلد اول ص ۳۰۸)

حضرت عاصم اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں جب محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا زمانہ قریب تھا تو یہود بڑے فخر سے اور اترا کر کہا کرتے تھے

قد اظل زمان نبی یخرج بتصدیق ماقلنا فنقتلکم معہ قتل عاد و ثمود وارم

راحت جاں ﷺ کا زمانہ قریب آگیا ہے وہ تشریف لا کر ہماری بات کی تصدیق فرمائیں گے پھر ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قوم عاد و ثمود کی طرح مٹادیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۴ تفسیر کبیر جلد سوم ص ۳۰۰)

لیکن یہ یہودی صداقت شعار اور حق پسند ثابت نہ ہوسکے تعصب عناد اور قوم پرستی کا شکار ہو گئے' وہ اس طرح کہ انہیں سو فیصد یقین تھا کہ آنے والے نبی قوم یہود سے ہوں گے' لیکن جب وہ عرب معاشرے سے ظاہر ہوئے اور قریش کی شاخ قبیلہ بنی ہاشم میں پیدا ہوئے تو وہ جل بھن گئے اور اپنی سابقہ معرفت کی روشنی میں اپنے نفسانی جذبات پر قابو پاتے اور حق کا ساتھ دینے کی بجائے عداوت و دشمنی پر اتر آئے اور آپ کی عظمت کا صاف انکار کردیا انہیں یہ یاد ہی نہ رہا وہ کئی سو سال سے انہی کا واسطہ دے کر دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتے آئے ہیں اور ان کی نسلوں پر راحت دو جہاں ﷺ کے بے شمار احسانات ہیں۔

ابن جریر طبری آیت میں موجود لفظ **یستفتحون** کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ومعنی الا تستفتاح الا ستنصار یستنصرون اللّٰہ بہ علی مشر کی العرب من قبل مبعثہ (تفسیر ابن کثیر طبری ۱/۳۲۵)

استفتاح کا معنی مدد طلب کرنا ہے اس لیئے آیت کا مطلب یہ بنتا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کا وسیلہ پیش کر کے اسرائیلی یہودی مشرک عربوں پر فتح و نصرت حاصل کیا کرتے تھے۔

لمام بخاری نے بھی اس لفظ کا یہی معنی کیا ہے۔ بخاری" شریف میں ہے

یستفحون کا مطلب ہے **یستنصرون** یعنی وہ آپ کے وسیلے سے مدد اور فتح طلب کرتے تھے۔ **(بخاری ۱: ۲۴۲)**

آیت کا یہ مفہوم واضح کرتا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں اس کے محبوب کے وسیلہ سے دعا کرنا قبولیت و برکت کا باعث ہے اور اپنا مقصود و مدعا جلد تر حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اس سے وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے عام حالات میں جس کے ملنے کا بہت کم امکان ہوتا ہے اس لیئے یہ عمل محبوب و پسندیدہ اور کامیابی کا زینہ ہے اسے اپنانا سعادت و نیک بختی اور اللہ والوں کے ساتھ قلبی تعلق اور ذہنی و روحانی وابستگی کی دلیل ہے (مزید تفصیل ہماری کتاب میرا محبوب غیروں کی نظر میں)

اثبات وسیلہ کی قرآنی دلیل
وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے لیئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تاکہ تم دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کر سکو۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو تین حکم دیئے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں دوسرا یہ کہ اپنے رب کریم کے حریم حسن تک پہنچنے کے لیئے تمام ممکن ذرائع بروئے کار لائیں اور اس معاملے میں کسی بھی قسم کی سستی کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دیں اور تیسرا یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں

۔

آخر میں انہیں بتادیا گیا ہے کہ یہ اعمال غیر معمولی نوعیت کے نہیں ہیں بلکہ دنیا و آخرت میں کامیابی و فلاح عطا کرنے والے ہیں اور عزت و آبرو کا انحصار ان ہی پر ہے

جہاں تک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے کا سوال ہے ان کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے لیکن وسیلہ اور ذریعہ سے کیا مراد ہے یہ بات تشریح طلب ہے اس لیئے ذرا مزید تفصیل کے ساتھ اس کی مراد متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وسیلہ کا لغوی معنی واضح راستہ اور ایسا ذریعہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچادے اور اس حد تک معاون و مددگار ثابت ہو کہ حاجت مند کی حاجت باقی نہ رہے اور اس وسیلے کی بدولت وہ مقصود زندگی حاصل کر کے مطمئن ہو جائے۔

ایسا ذریعہ اور ان خوبیوں سے آراستہ ایسا راستہ کون سا ہے جس پر وسیلہ کی یہ تعریف صادق آتی ہو اس کے بارے میں دو آراء ہیں۔

ا پہلی رائے یہ ہے کہ

اس سے اعمال خیر مراد ہیں جو انہی نورانی قوت کے ساتھ انسان کے باطن کو مستنیر کرتے فوز و فلاح کی راہوں پر گامزن کرتے اور پوری انسانی برادری کے

لیئے اس کو آیہ رحمت بناتے ہیں وہ ان کے ذریعے قرب ربانی حاصل کرتا اور خاص بندوں میں شمار ہونے لگ جاتا ہے اس لیئے وسیلہ سے اعمال خیر مراد لینا زیادہ موزوں ہے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ

اے لوگوں نیک اعمال کر کے رب تعالیٰ کا قرب تلاش کرو جہاں تک اعمال خیر کے وسیلہ بننے کا تعلق ہے یہ ایک واضح چیز ہے سب جانتے ہیں نماز روزہ حج زکوۃ صدقات و خیرات ' جہاد ' جودو سخا مساکین کی امداد اعانت اور اسی نوعیت کے دوسرے کام اعمال خیر میں سر فہرست ہیں لوگ انہیں رضائے الٰہی کے لیئے انجام دیتے اور قرب ربانی کے لیئے ذوق و شوق کے ساتھ بجلاتے ہیں کیونکہ سب جانتے ہیں یہ اہم ترین عبادات اور پسندیدہ ترین اعمال ہیں اور خدا کا قرب عطا کرنے کا بہترین وسیلہ ہیں

لیکن اہل بصیرت سے یہ بات بھی مخفی نہیں کہ

وہی اعمال خیر وسیلہ بننے کے قابل ہوتے ہیں جنہیں خلوص نیت و ذوق حضور اور خشوع و خضوع کے ساتھ انجام دیا گیا اور ان میں کسی نوع کا فاسد شامل نہ ہو عمل کرنے والے کے دل میں ایک ہی خیال جاگزین ہو کہ اس سے مالک راضی ہو جائے اگر کسی وجہ سے اس فکر و خیال میں خلل واقع ہو جائے یا عمل کی بنیاد ہی کسی فاسد ارادے پر رکھ دی جائے تو نہ صرف وہ عمل وسیلہ بننے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ الٹا عامل کے لیئے وبال جان بن جاتا ہے اور قیامت کے دن ثواب کی بجائے سزا کا سبب بنے گا

وضاحت کے لیئے اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے ۔ زیادہ قرب ربانی

حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے

مستند تاریخی شواہد سے اس بات کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں توضیح مدعا کے لئے یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

یہ دونوں مثالیں اس حقیقت کا واضح ثبوت ہیں کہ وسیلے کی صورت میں مرشد کامل کی تلاش ایک ہدایت پسند اور قرب ربانی کے خواہاں انسان کی طبیعت کا اقتضاء ہے جب اس کے دل میں اپنے مالک سے تعلق جوڑنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا خیال آتا ہے تو وہ اپنے سے افضل و اعلیٰ شخص کو ڈھونڈنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے تاکہ وہ صحیح سمت اور درست راستے کی طرف اس کی رہنمائی کرے اور یہ جس شمع فروزاں کا متلاشی ہے وہ اس تک پہنچنے میں مدد دے

انہی مثالوں سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ توسل کوئی خود ساختہ اور نئی راہ نہیں ہے بلکہ اس کی طلب حق تعالیٰ نے ہر طالب حق کے اندر پیدا کر دی ہے چنانچہ جو طالب حق ہے وہ ہر دور میں اپنے سے افضل و اعلیٰ وسیلے کی تلاش میں رہا ہے۔

اس چیز کی وضاحت سورۃ بنی اسرائیل کی ایک آیت میں ہے جس کے مفہوم سے آگاہ ہونے کے لیئے پہلے اس کے پس منظر سے آگاہ ہونا ضروری ہے اور وہ پس منظر یہ ہے۔

اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے دور جاہلیت میں جنات انسانوں کی گمراہی کفر و شرک الحاد و بے دینی اور جہالت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے انہیں خوف و

ہراس میں مبتلا کر کے یا بتوں کے اندر گھس کر عجیب و غریب حرکتیں کر کے اپنی پوجا پاٹ پر ابھارتے تھے یہ جاہل و گمراہ لوگ جب بتوں کو ہلتا جلتا اور مسکراتا دیکھتے تو ذوق و شوق کے ساتھ ان کی عبادت میں لگ جاتے تھے۔

اسلام کا آفتاب طلوع ہو تو وہ جناب مسلمان ہو گئے نور حق ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا' وہ راہِ راست پر آ گئے اور ایک خدا کے عابد و فرمانبردار بن گئے

گزشتہ گناہوں کا تصور کر کے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور وہ سب کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگتے۔

ہدایت و عرفان کا نور آتے ہی اہل ہدایت کے ذہنی رجحان اور طبعی اقتضاء کے مطابق فوراً ان کے اندر بھی یہ جذبات پیدا ہو گئے کہ وہ اپنے مالک حقیقی کا قرب و حضور رضاء و خوشنودی حاصل کرنے اس کے بے پایاں رحمت کے سایہ تلے آنے اور خوفناک عذاب سے بچنے کے لیئے ایسا وسیلہ تلاش کریں جو اقرب و افضل اور ان سے زیادہ خدا رسیدہ ہو' جس میں یہ اہلیت ہو کہ انہیں مطلوبہ مقاصد سے ہمکنار کر سکے۔

یہ جذبات قابل قدر رشد و ہدایت کی علامت اور طلب صادق کی دلیل تھے ہدایت کی روشنی سے بہرہ یاب ہونے والے جناب کے دلوں میں تو یہ خیالات پیدا ہو گئے مگر جو ان کے پجاری اور ماننے والے تھے ان کا وہی حال رہا وہ بدستور انہیں پوجتے اور اپنا دیوتا مانتے رہے اس پورے پس منظر کو قرآن پاک نے اس آیت میں یوں بیان فرمایا ہے۔

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذورا(

سورۃ بنی اسرائیل)

وہ لوگ جن کو پوجتے ہیں وہ خود رب تعالیٰ کی طرف قریب ترین وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اس کی رحمت کی آرزو کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں' بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

پس منظر کی روشنی میں اس آیت کریمہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ

سعادت و ہدایت کی راہ پر آجانے کے بعد قرب ربانی اور اس کی رحمت و مغفرت حاصل کرنے کے لیے گنہ گاروں کے دل میں بھی کسی مقرب بارگاہ ہستی سے ملاقات کی جستجو اور تڑپ پیدا ہو جاتی ہے ایسی ہستی کے وسیلے سے قرب و حضور کی منزل قریب آجائے اور وہ جلد سے جلد حریم حسن میں پہنچ جائیں جس کی تجلیات سے وہ محروم رہے ہیں۔

قرآن و سنت میں ایسے گناہ گاروں اور ظالموں کے کردار پر تنقید نہیں کی گئی کہ قرب ربانی کی حصول کے لئے کسی ولی کامل اور مرشد برحق کے دربار میں جانا ' معیوب اور قابل اعتراض عمل تھا' انہوں نے ایسا کر کے زبردست گناہ کیا اور خدا کی ناراضگی مول لی اور دوزخ کے عذاب کے مستحق ہوئے

اس صورت کے برعکس قرآن و سنت نے ان کے طریقے کو سراہا ہے

انہیں رحمت و مغفرت کی نوید دی ہے اور اس انداز سے سب کچھ بیان کیا ہے جس سے بعد والوں کو ترغیب ملے اور وہ بھی یہی طرز عمل اپنائیں جس سے

ثابت ہوتا ہے توسل کا طریقہ بالکل جائز فطری محبوب و پسندیدہ اور قرب و حضور کا باعث ہے۔ اس محبوب عمل کے توسط اور ذریعہ سے نہ صرف گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات بھی نازل ہوتی ہیں۔

یہ اتنا محبوب طریقہ ہے کہ گذشتہ مقبول لوگوں میں رائج نہیں رہا بلکہ قرآن پاک نے اسے بطور خاص اپنانے اور جاری رکھنے کا حکم دیا ہے اور بندوں کو آگاہ کیا ہے اگر گناہ زیادہ ہو جائیں تو محبوب کریم رحمتہ العالمین شفیع المذنبین ﷺ کے دربار میں حاضری دیں خود بھی دعا کریں اور ان سے بھی دعا کرائیں ان کی مراد پوری ہو جائے گی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

ولو انهم اذ ظلمو انفسهم جاؤک فاستغفر واللّٰه واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللّٰه توابا رحيما

اور اگر وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرلیں تو (اے محبوب آپ کے پاس آ جائیں) پس وہ خود بھی استغفار کریں اور رسول کریم بھی ان کے لیئے استغفار کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو تواب و مہربان پائیں گے۔

دونوں آیات سے **مستفاد** ہوتا ہے کہ اللہ کے مقرب و مقبول اور برگزیدہ حضرات کی دعا نگاہ بڑی اہمیت رکھتی ہے جس کے وسیلے سے گناہ معاف اور مرتبے بلند ہوتے ہیں اور قرب ربانی کی بیش بہا نعمت میسر آتی ہے اسی لیئے ان کی سنگت اختیار کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے تاکہ ان کے وسیلے سے فیضان نعمت کا یہ حسین سلسلہ جاری ہی رہے۔

یا ایها الذین امنوا اتقوا اللّٰه وکونو مع الصادقین

اے ایماندارو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کی سنگت اختیار کرو۔

توسل کی پہلی قسم

توسل بالذات

(بارگاہ خداوندی میں اس کے محبوب بندوں کا وسیلہ پیش کرنا

برکات توسل

رونق بزم ہستی اللہ والوں کے دم سے ہے

فصل اول

زندگی میں توسل

(الف) بحق فلاں کہنا

(ب) غلط فہمی کا ازالہ

فصل دوم

وصال کے بعد توسل

فصل سوم

اولیاء امت کے ساتھ توسل

بعض حضرات عمل توسل کے قائل نہیں وہ اس سلسلے میں بڑی عجیب و غریب اور حیرت انگیز باتیں کرتے ہیں۔

پہلے کہتے ہیں توسل جائز ہی نہیں جب قاہر و قوی دلائل سے توسل کا جواز ثابت کر دیا جاتا ہے تو پھر کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ زندگی میں جائز ہے مگر وصال و

وفات کے بعد نہیں۔

جب یہ بھی ثابت کر دیا جاتا ہے تو تیسری دقند لگاتے ہیں اور کہتے ہیں نبی کے ساتھ تو جائز ہے' مگر غیر نبی یعنی ولی اور امتی کے ساتھ جائز نہیں۔ جو یہ بھی ثابت کر دیا جاتا ہے تو چپ سادھ لیتے ہیں۔

انہی بوقلموں اعتراضات کے باعث جوابات کی مذکورہ بالا ترتیب قائم کی گئی ہے ورنہ تمام احادیث کا موضوع ایک ہی ہے کہ ان سے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور وہ سب یکساں نوعیت کی ہیں۔

برکات توسل

رونق بزم ہستی اہل اللہ کے دم سے قائم ہے۔

عام مخلوق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایت و عرفان کا فیضان حاصل کرنے سے قاصر ہے اس لیئے اللہ تعالیٰ اور عام مخلوق کے درمیان رابطہ کے لیئے ایسے قدسی صفات بندوں کی ضرورت تھی جو ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے عام بندوں جیسے ہوں مگر باطنی استعداد اور روحانی صلاحیت کے اعتبار سے سب پر فائق اور برتر و ممتاز ہوں خاکی جہاں میں رہتے ہوں مگر نورانی جہاں کے ساتھ بھی رابطہ رکھتے ہوں' فرش نشینوں کے ہم نشین ہوں مگر عرش نشینوں کو بھی دیکھ سکتے ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کئے ہم انہیں اسلامی اصطلاح میں نبی اور رسول کہتے ہیں **صلوات اللّٰہ علیھم اجمعین**

انبیاء کرام نفس نبوت میں یکساں اور فضائل و خصائل کے اعتبار سے

مختلف مراتب کے مالک ہیں۔ بقول امام بیضاویؒ

من كان منهم اعلىٰ رتبة كلمه بلا واسطة كما كلم موسىٰ عليه السلام في الميقات و محمدا عليه السلام ليلة المعراج

ان میں سے جو اعلیٰ مرتبے کے مالک تھے سے ان بلاواسطہ کلام فرمایا جیسے موسیٰ علیہ السلام سے میقات میں کلام فرمایا اور محبوب ﷺ کے ساتھ شب معراج کلام فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو یہ عظمت بخشی کہ فرشتوں کو حکم دیا۔

ان کے آگے سجدہ ریز ہو جائیں اور عملی طور پر ان کی فضیلت و برتری کا اعتراف کریں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصا کا معجزہ بخشا' تاکہ دوسرے لوگ ان سے مرعوب اور اعجازی شان دیکھ کر ان کی حقانیت کے قائل ہو جائیں۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کو دست شفا بخشی اور نفس حیات آفریں عطا فرمایا تا کہ ان کی برتری کا سکہ جم جائے۔

اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء اور رسولوں کو عام مخلوق سے بالکل علیحدہ روحانی فضیلتیں اور باطنی طاقتیں عطا فرمائیں 'نور و عرفان سے حظ وافر بخشا تاکہ وہ عالم انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں اور جو مخلوق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دولت حاصل کرنے سے قاصر و عاری ہے اسے ہدایت لے کر دے سکیں اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام اور رسولوں کے مقدس ہستیوں کا وجود ہی وسیلے کی سب سے بڑی دلیل ہے قدرت نے ان کے وسیلے سے عام

مخلوق کی رہبری اور ان تک اپنا پیغام پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔

چنانچہ محبوب دو جہاں ﷺ نے مختلف مقامات پر اکثر اپنے اس منصب کو بیان فرمایا ہے چند مثالیں یہ ہیں۔

(۱) غنائم حنین

حنین کی جنگ میں کافروں کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اسلام نے ان کی نخوت و شوکت کا پرچم سرنگوں کر دیا مسلمانوں کے قدموں میں مال و دولت کے انبار لگ گئے زر و سیم کے ڈھیر کے علاوہ مال مویشی کی خاصی تعداد بھی حاصل ہوئی

جب نگاہ نبوت نے دوست کے ان ڈھیروں اور مویشیوں کے گلوں کا مشاہدہ فرمایا تو طبع سخا پیشہ میں تموج پیدا ہوا' بحر کرم جوش میں آگیا جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان کی دلجوئی کے لئے سارا مال انہی کو بخش دیا' بے انداز مال و دولت پانے والے مسرور بھی ہوئے اور اس فیاضی پر حیران بھی کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے جود و کرم کی ایسی مثال نہیں دیکھی تھی

اس معرکہ کار زار میں انصار مدینہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا' چونکہ ان کا ایمان مستحکم جذبہ صادق شک و شبہ سے بالاتر اور خلوص و ایثار' ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا ان کی محبت ثابت شدہ حقیقت اور ارادت مثالی تھی' انہیں دنیا کی حرص اور دولت کی خواہش نہ تھی اس لیۓ ان کی محبت و ارادت پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں کچھ نہ دیا۔

انصار کے کچھ جذباتی نوجوان قدرے افسردہ خاطر ہوئے اور دبی زبان سے

بولے ' مال غنیمت میں ہمارا بھی حصہ تھا اگر ہمیں بھی کچھ مل جاتا تو بہتر تھا جہاد میں ہمارا حصہ دوسروں سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے۔

حاکم کائنات ﷺ کو جب ان خیالات کی اطلاع ملی تو آپ نے انصار کو ایک چرمی خیمہ میں اکٹھا ہونے کا حکم دیا وہ سب جمع ہو گئے۔

استفسار فرمایا تمہاری طرف سے یہ کن خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے ؟

معزز افراد گویا ہوئے یا رسول اللہ ! آپ تک جو اطلاع پہنچی ہے وہ بالکل درست ہے مگر یہ چند جذباتی نوجوانوں کے خیالات میں سنجیدہ و فہمیدہ لوگ اس سلسلے میں بالکل خاموش ہیں اور انہوں نے ایک بات تک منہ سے نہیں نکالی

فرمایا تم سے یہی توقع تھی لیکن اس کے باوجود تم کہہ سکتے ہو ' یا رسول اللہ ! ہم نے کٹھن حالات میں آپ کا ساتھ دیا وطن مہیا کیا تصدیق کی دست و بازو بنے اور ہر آڑے وقت میں ساتھ رہے تمہارا یہ کہنا بجا ہو گا۔

مگر میرے دوستو! یہ بھی تو بتاؤ ہمارے تم پر کیسے کیسے گرانقدر احسانات ہیں

الم اجد کم ضلا لا فهدا کم اللّٰه بی وعالة فا غناکم اللّٰه بی ومتفرقین فجمعکم اللّٰه بی (مسلم شریف ۳۳۲)

کیا ہم نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا پس ہمارے وسیلہ و برکت سے اللہ پاک نے تم کو ہدایت دی کیا ہم نے تم کو محتاج نہیں پایا تھا ' پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے وسیلے سے تم کو دولت عطا کی کیا تم گروہوں میں بٹے ہوئے نہیں تھے پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری برکت سے تم کو اجتماعیت و وحدت بخشی۔

انصار زار و قطار آنسو بہا رہے تھے ' محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا ہو گیا

تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا سارا خیمہ فغان و فریاد کی آماجگاہ بن گیا' اور ہر کونے سے سسکیوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

فرمایا دوستو! تم جواب کیوں نہیں دیتے؟

وہ مشکل سے اتنا کہہ سکے اور بار بار یہی دہراتے رہے۔

الا ترضون ان یذھب الناس بالشآء والابل و تذھبون برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم الی رحالکم

کیا تم اس تقسیم پر راضی ہو کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھر لے جاؤ۔

اس فقرے سے انصار کی چیخیں نکل گئیں' جذبات قابو سے باہر ہو گئے وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور گریہ وزاری کے عالم میں عرض گذار ہوئے۔

آقا ہمیں یہ تقسیم پسند ہے ہم خدا اور رسول کے احسانات کے معترف ہیں راحت دو جہاں ﷺ نے انہیں مال و متاع اور دنیا کی بے ثباتی سے آگاہ فرمایا اور آخر میں ان کی سیر چشمی بے لوث محبت' اور دینی خدمت کی تعریف کی اور ان کے فضائل و خصائل پر روشنی ڈالی۔

اس حدیث پاک میں محبوب کریم ﷺ کے یہ ارشادات کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے میرے ہی وسیلے سے ہدایت و دولت اور جمعیت عطا فرمائی آپ کے ذات پاک کے وسیلہ ہونے کا بین ثبوت ہیں' جس کا خود محبوب دو جہاں ﷺ نے اعلان فرمایا۔

مندرجہ ذیل حدیث بھی اسی مفہوم کی موید ہے

(۲) ماحی

ان لی اسمائا انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر (بخاری شریف ا۔۷۲۷)

ہمارے بے شمار نام ہیں ہم محمد ہیں ہم احمد ہیں اور ہم ماحی ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ ووسیلہ سے کفر مٹاتا ہے۔

(۳) قلب و نظر کے فاتح

راحت جاں ﷺ ہدایت و ارشاد کا وسیلہ ہیں اس ارفع شان ' بے مثل خصوصیت اور اعلیٰ صفت کا ذکر سابقہ کتب میں بھی موجود ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے متجر عالم تھے جب اسلام لے آئے تو بتایا تورات پاک میں آپ کی مختلف صفات کا ذکر اس دلپذیر و حسین انداز میں موجود ہے

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا لن یقبضہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء حتی یقولوا لا الہ الا اللّٰہ ویفتح بہ اعینا عمیا واذانا صما وقلوبا غلفا۔ (بخاری شریف ۷۱۷)

اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا ہے آپ گواہی اور بشارت دینے والے بھی ہیں اور ڈرانے والے بھی اللہ ان کو اپنے پاس نہیں بلائے گا یہاں تک کہ ان کے ساتھ بھٹکی ہوئی ملت کو سیدھا کردے گا اور یہاں تک کہ وہ لوگ لاالہ الا اللہ کے

قائل ہو جائیں گے .... اور ان کے وسیلہ و ذریعہ سے پردوں میں لپٹے ہوئے دل اور بند کان اور اندھی آنکھیں کھول دے گا۔

(۴) نبی کی برکت

قرآن پاک نے جان کائنات ﷺ کے وسیلہ و برکت سے عمومی عذاب کے موقوف ہونے کا ذکر فرمایا ہے

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون (سورۃ انفال)

اور اللہ کا یہ دستور نہیں کہ ان کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں ہیں اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے حالانکہ وہ استغفار کر رہے ہیں

قانون الٰہی ہے جس قوم کا نبی ان میں موجود ہو اس کی برکت سے اس قوم پر عمومی اور تباہی انگیز اور ملیامیٹ دینے والا عذاب نازل نہیں ہوتا۔

کفار مکہ مطالبہ کرتے تھے کہ ایسا عذاب لائیں مگر انہیں بتلایا گیا کہ ہمارے نبی کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں۔

جب محبوب کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو پھر بھی ان پر عذاب نہ آیا بتایا گیا کہ اب اس کا سبب وہ پاک نہاد مسلمان ہیں جو مکہ میں موجود ہیں اور استغفار کرتے رہتے ہیں جب یہ لوگ بھی مدینہ پہنچ گئے تو اہل مکہ پر قیامتیں ٹوٹ پڑیں اور بدر کے پہلے ہی معرکہ میں وہ ٹوٹ پھوٹ گئے۔

اس آیت نے یہ بتلایا کہ

راحت دو جہاں ﷺ کی ذات پاک وسیلہ و برکت ہے اور وہ ذاکر مسلمان بھی باعث برکت ہیں ' جو استغفار کرتے رہتے ہیں۔

(۵) مسلمانوں کی برکت

مسلمانوں کے وسیلہ و برکت ہونے کا ذکر ایک اور آیت میں بھی موجود ہے جس کا پس منظر یہ ہے

۸ سہ ھ میں مسلمانوں نے مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فتح کر لیا ۸ سہ ھ سے پہلے مسلمانوں کو لشکر کشی کا حکم نہیں ملا تھا اس کی وجہ بتائی گئی کہ کچھ لوگ وہاں رہ رہے ہیں جو در پردہ مسلمان ہیں ' اگر فرزندان اسلام کو حملہ کرنے کی اجازت دے دی گئی تو دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ مسلمان بھی مارے جائیں گے کیونکہ مجاہدین کو تو یہ علم ہی نہیں کہ وہ ان کے بھائی اور مسلمان ہیں اس لیئے ان کی برکت سے کافروں کے سروں سے بھی عذاب ٹلا ہوا ہے جونہی یہ مسلمان کافروں سے علیحدہ ہو جائیں گے اور بچاؤ کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہے گا تو کافروں پر عذاب آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اسی چیز کو اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے

لو لا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموهم ان تطو هم فتصيبكم منهم معرة بغير علم ليدخل الله فى رحمته من يشاء لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما (سورۃ الفتح)

مکہ مکرمہ میں مومن عورتیں اور مومن مرد موجود ہیں تمہاری بے خبری کی

وجہ سے اگر ان کے روندے جانے کا اور پھر اس کی پاداش میں تمہیں ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو تمہیں حملے کی اجازت دے دی جاتی یہ اجازت اس لیئے بھی نہیں دی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے دین میں داخل فرمالے اگر یہ مومن مرد و عورت نہ ہوتے تو ہم کافروں کو المناک عذاب دیتے

یہ آیت کریمہ واضح دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ میں موجود ان مومنوں کے وسیلہ و برکت سے کافروں کے اوپر سے بھی المناک عذاب ٹلا رہا۔

(۶) ابدال کی برکت

اسرار کائنات اور مخفی امور سے پردہ اٹھانے والے ارشادات محبوب کریم ﷺ سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمین پر سچے اور سچے مومنوں کا ایک ایسا برگزیدہ طبقہ بھی موجود ہے جس کی روحانی بالیدگی اور سرفرازی کے آگے آسمان کی رفعتیں بھی سرنگوں ہیں اور جو باطنی کمال کی ان بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے جن کا عام انسان کے لئے تصور بھی محال ہے۔

یہ تقسیت بدلاں ' اور سعادت یکتاء گروہ قرب و حضور کی ان منزلوں کا شناسا اور ان خلوتوں کا امین و محرم راز ہے جہاں تک برگزیدہ ترین افراد ہی کو رسائی نصیب ہوتی ہے اور جس مقام تک پہنچنے کے بعد سعادتیں اور رحمتیں انسان کا مقدر بن جاتی ہیں اور چاند کے ہالے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ رہتی

ہیں وہ جہاں جاتا ہے سعادتوں نعمتوں اور برکتوں کی فوج ظفر موج اس کے ہمر کاب ہوتی ہے اور ابر کرم کے حیات بخش قطرات کی طرح اس کے وسیلے سے غم نصیب انسان اور محروم و سنسان ویرانوں کو فیض یاب کرتی جاتی ہے۔

حدیث پاک میں ایسے عالی مرتبت انسانوں کا نام اور لقب ابدال بتلایا گیا ہے جن کے خلوص و وجود کی برکت سے نہ صرف انسانوں بلکہ پوری کائنات کو سرور و سکون بخشا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی شان بندگی تواضع و مسکینی عاجزی و خاکساری اور عبادت و ریاضت سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے زمین کے ان حصوں سے عذاب اٹھالیتا ہے جو ان کے قرب وجوار میں واقع ہوتے ہیں اور ان میں فسق و فجور اور جرم و گناہ کا بازار گرم ہوتا ہے۔

کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی فتح و نصرت کا بھی یہی سبب بنتے ہیں اور ان کے وسیلہ و برکت سے اسلام کے غازی دشمنوں پر فتح یاب ہوتے ہیں ان ہی کی بدولت بارش برستی ہے اور زمین اپنی رزق کے خزانے اگلتی ہے اگر یہ نہ ہوں تو عصیاں شعار لوگوں کی نحوست سے آسمان اپنے دروازے اور زمین اپنا منہ بند کرلے نہ اوپر سے پانی ایک بوند برسے اور نہ زمین سے اناج کا ایک دانہ اگے یہ سب موج بہار' دنیا کی رونق شگفتگی اور شادابی ان ہی نفوس قدسیہ کے دم قدم سے قائم ہے

اس سلسلے کے ارشادات محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔

حضرت ابن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔

الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللّٰہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینصر بھم علی مکانہ رجلا یسقی بھم الغیب و ینصر بھم علی الاعداء (مشکوۃ ۵۸)

ابدال چالیس ہوتے ہیں جو ملک شام میں رہتے ہیں ان میں سے جب بھی کوئی فوت ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دیتے ہیں ان ہی کی برکت و وسیلہ سے بارش برستی ہے اور دشمنوں پر فتح نصیب ہوتی ہے۔

لا یزال اربعون رجلا من امتی قلوبھم علی قلب ابراھیم یدفع اللّٰہ بھم عن اھل الارض یقال لھم الابدال (حلیہ اولیاء)

میری امت میں ایسے چالیس آدمی ہمیشہ موجود رہتے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب انور کے تابع ہوتے ہیں ان ہی کے وسیلہ و برکت سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفات و مکروہات دفع فرماتا ہے ان کا نام ابدال ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب انور کے تابع ہونے مطلب کا یہ ہے کہ روحانی طور پر وہ حضرت خلیل علیہ السلام کے تربیت یافتہ اور ان کے قلبی فیضان سے فیض یافتہ ہوتے ہیں اور اللہ کے پیارے خلیل کی ان پر خاص نظر ہوتی ہے

راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے افراد کو اہل زمین کے لیے بابرکت اور باعث رحمت بننے کا ایک اکسیر نسخہ اور کامیاب عمل بھی بتایا ہے جس پر عمل کرنے سے ہر سعادت مند مومن اس زمرے میں شامل ہو سکتا جس کے

وجود باجود کی برکت سے رحمت کی گھٹائیں اٹھتی ہیں اور برکتیں اڈ کر آتی ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے محبوب دو جہاں ﷺ سے سنا

من استغفر للمومنین والمومنات کل یوم سبع وعشرین مرة کان من الذین یستجاب لھم ویرزق بھم اھل الارض

(مجمع الزوائد ۱۰!۲۱۰)

جو شخص اہل ایمان مرد و عورت کے لیئے ہر روز ستائیس بار استغفار کرے وہ ان مقبول لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور جن کی برکت سے اہل زمین کو رزق دیا جاتا ہے

یہ دعا یوں کرنی چاہیئے۔

اللھم اغفرلی و للمومنین والمومنات

ضعفاء ومستغفرین کی برکت

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا!

ھل تنصرون وترزقون الا بضعفاء کم (بخاری ۴۰۵۱)

کمزور و ضعیف افراد ہی کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور نصرت عطا کی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے راحت جاں ﷺ

سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

انی لاھم باھل الارض عذابا فاذا نظرت الی عمار بیوتی والمتحابین فی والمستغفرین بالا سحار صرفت عذابی(الامن والعلی ۲۲) بحوالہ بہقی

میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن جب ان بندوں کو دیکھتا ہوں جو میرا گھر آباد رکھتے ' میری رضا کے لیئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں تو میں اپنا عذاب پھیر لیتا ہوں۔

یہ حقائق ثابتہ اس دعوے کی دلیل ہیں کہ

اللہ والوں ہی کی برکت اور وسیلے سے یہ دنیا اور اس کا نظام قائم ہے ایک طرف محبوب کبریاء ﷺ ہدایت و رحمت اور بارش و برکت کا وسیلہ ہیں تو دوسری طرف آپ کے فیض سے اہل ایمان زمین کے قیام و بقاء اس کی رونق و آبادی اور بارش و برکت کا وسیلہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت و عبادت کی وجہ سے گناہ گاروں کو کچھ نہیں کہتا اور زمین پر عذاب نہیں بھیجتا اگر وہ نہ ہوں ان کی شان نیاز و بندگی نہ ہو ان کی دوستی اور خلوص کا لحاظ نہ ہو تو نافرمانیوں کی پاداش میں ہلاکت آفریں عذاب آجائے اور اپنے منہ زور طوفانی ریلے میں سب کچھ بہا کر لے جائے۔

مزید تفصیل ہماری کتاب **وسیلنا فی الدارین** ﷺ ' جب بھی مانگو انہیں کی وسیلہ سے مانگو اہمیت صحبت صلحاء میں ملاحظہ فرمائیں۔

زندگی میں توسل

جب کسی نبی سے معجزہ سرزد ہوتا ہے اور اس کی آفاقی و اعجازی شان پوری آن بان کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے تو منکر لوگ سر جھکا لیتے ہیں' صداقت نبوت کے اظہار کے بعد' یا تو حق و صداقت کے سامنے سرنیاز خم کر دیتے ہیں' یا کفر کی محبت میں ہر قسم کے روشن نشان سے آنکھیں بند کر کے نبی کے مقابلے میں آ جاتے ہیں گویا معجزہ اس بات کی دلیل ہوتا ہے یہ نبی خدا کا فرستادہ ہے اس کی تائید و امداد اسے حاصل ہے اور یہ انسان اس کے دربار میں والا شان ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی سچائی حقانیت اور عظمت کے اظہار کے لئے اس نے معجزے کا نشان ظاہر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ یہ نبی سچا اور خدا کے دربار میں محبوب و مقبول ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس سے اتنا بڑا اور روشن نشان ظاہر نہ ہوتا

جس طرح معجزہ اظہار صداقت کا نام ہے اسی طرح توسل اظہار شرف کا نام ہے جب کسی محبوب بندے کے توسل سے بارگاہ خداوندی میں دعا کی جاتی ہے کہ خدایا! اس مقبول و محبوب کے وسیلہ جلیلہ سے میری محرومیوں اور مایوسیوں کو' خوشیوں میں بدل دے اور پھر وہ آرزو پوری بھی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ وہ دعا قبول کر لیتے ہیں تو اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ بندہ خدا کا محبوب و پسندیدہ اور برگزیدہ ہے جس کے قرب و شرف کو ظاہر کرنے کے لئے خدا نے وہ دعا قبول فرمائی ہے۔

توسل زندہ ہستی کا بھی پیش کیا جا سکتا ہے اس سے عوام پر واضح ہو جاتا ہے

کہ جو مرد خدا ان کے درمیان موجود ہے وہ محبوب خدا ہے مقرب و برگزیدہ ہے اور پسندیدہ و خدا رسیدہ ہے کہ اس کے وسیلہ سے کی گئی دعا قبول فرما کر پروردگار نے اس کا شرف ظاہر فرمادیا ہے۔

زندہ ہستی کا اس انداز سے وسیلہ پیش کرنے کی مثالیں دور نبوی میں بھی ملتی ہیں

محبوب کریم ﷺ نے خود ایک نابینا کو دعائے وسیلہ تلقین فرمائی جس کے صدقے اور نتیجے میں اسے بینائی مل گئی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی قبر کی توسیع و کشادگی کے لئے خود راحت دو جہاں ﷺ نے اپنے وسیلہ سے دعا فرمائی۔

اس کے علاوہ جو لوگ بارگاہ خداوندی کے سائل ہیں ان کی عظمت و بزرگی کے اظہار کے لیئے ان کا وسیلہ بھی پیش کیا۔

یہ تمام مثالیں تفصیلات سمیت پیش کی جاتی ہیں۔

○ نابینا کو وسیلے کی تعلیم

ایک نابینا صاحب دربار رسالت میں حاضر ہوئے عشق نبوی سینے کی اتھاہ گہرائیوں میں موجزن تھا' اور حسرت دید عشق پیشہ زندگی کا حسین مقصد بن چکی تھی' دل میں ایک ہی تمنا رہ تھی کہ

اس جمال عالمتاب کا اپنے سر کی آنکھوں سے بذات خود مشاہدہ کرے جو حقیقت میں قرار دل و جان اور محبوبیت کے باعث سب کی تسکین کا سامان ہے

جس کی زندگی افروز تجلیات نے دل کے ویرانوں میں چراغ محبت جلایا' اور دلکش تنویروں نے ہر طرف نور پھیلایا ہے جو سب کے دلوں کی دھڑکن آنکھوں کی ٹھنڈک اور سب کی زندگی کا سہارا اور اجالا ہے۔

وہ نابینا مقام رسالت اس کے اختیارات و تصرفات اور عظمتوں سے آگاہ تھا عشق صادق نے اسے شعور بخش دیا کہ اس دربار میں جھولی پھیلانے سے نور بصیرت کے ساتھ نور بصارت بھی مل سکتا ہے اور دل کی دید کی حسرت چند لمحوں میں پوری ہو سکتی ہے وہ اپنے پرامید دل میں شوق فراواں لیئے آگے بڑھا اور گویا ہوا

یارسول اللہ ! میرے آقا! روئے زیبا کی زیارت کے لیئے مجھے آنکھیں چاہئیں دل کی بات مدعا بن کر لبوں تک آگئی ہے اسے پذیرائی نصیب ہو۔

محبوب نے اپنے نابینا عاشق کی حیرت انگیز بات سنی وہ آنکھوں کی روشنی مانگ رہا تھا اس کی نرالی خواہش و درخواست پر غور کیا' وہ اپنے سر کی آنکھوں سے محبوب کے روئے زیبا کی زیارت کرنے کا متمنی تھا عجیب۔درخواست کا مضمون سن کر اسے جھڑکا نہیں پیشانی پہ بل نہیں ڈالے اپنی بے بسی بے چارگی کا عذر نہیں کیا بلکہ بڑے اعتماد و سکون کے ساتھ حکم دیا۔

جا کر تسلی سے وضو کرو خشوع و خضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرو' اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح دعا کرو۔

اللھم انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لیقضی لی۔

اللھم فشفعه فی (ترمذی)

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں 'اور تیری طرف متوجہ ہوں تیرے پیارے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو نبی رحمت ہیں۔

یا رسول اللہ! میں اپنی اس حاجت میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں تاکہ وہ پوری کر دی جائے۔

یا اللہ! میرے حق میں اس پاک نبی کی شفاعت قبول فرما۔

راحت جاں ﷺ سے یہ ہدایات حاصل کر کے وہ نابینا شخص مسجد میں گیا وضو کر کے دو رکعتیں ادا کیں اور دعا کر کے واپس آیا اس کی دونوں آنکھیں نور کی روشنی سے یوں جگمگا رہی تھیں جیسے وہ کبھی نابینا اور اندھا ہی نہیں پہلی ہی مرتبہ محبوب کے ارشاد کے مطابق اور انہی کے وسیلے سے کی گئی ہی دعا نے اس کی مراد پوری کر دی تھی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لیئے دعا

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی والدہ صاحبہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا آپ بڑی ہی باوقار معزز اور مہربان خاتون تھیں راحت جاں ﷺ کے ساتھ والہانہ پیار کیا کرتی تھیں ان کی تجہیز و تکفین کے لیئے جان کائنات ﷺ تشریف لائے اور میت کے سرہانے آ کر بیٹھ گئے۔

خوش قسمت خاتون کی زندگی اور اس کی شفقت و محبت سے لبریز واقعات

ایک ایک کر کے یاد آنے لگے اور آپ نے ان کا تذکرہ شروع کر دیا فرمایا خدا آپ پر رحم فرمائے آپ ہمارے لباس اور کھانے پینے کا بہت خیال رکھتی تھیں خود بھوکا پیاسا رہ کر ہمیں عمدہ اشیاء کھلاتی تھیں اچھا اور صاف ستھرا لباس پہناتی تھیں اس پیار اور حسن سلوک سے کوئی دنیاوی صلہ مقصود نہ تھا کسی قسم کی ستائش کی تمنا اور حرص یہ تھی اس ساری کاروائی کا مقصد اللہ کے نبی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضاجوئی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

آپ سرہانے بیٹھ کر مرحومہ کے اوصاف گنتے رہے جب غسل کا پانی تیار ہو گیا تو فرمایا تین تین بار غسل دو مقصود تھا کہ ہر عضو تین تین بار دھویا جائے آخر میں اپنے دست مبارک سے میت کو کافور لگایا اور اپنا قمیض عطا فرمایا فرمایا کہ میت کو یہ پہنا کر اوپر باقی کفن لپیٹا جائے۔

قبر تیار کرنے کے لیئے آپ نے حضرت عمر فاروق ابو ایوب انصاری اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور ایک حبشی غلام کو مقرر فرمایا جب قبر تیار ہو گئی تو معائنہ کے لیئے خود تشریف لے گئے اور خاص اپنے ہاتھ سے بھی قبر کھودی لحد تیار کی اور مٹی باہر نکالی جب لحد مکمل ہو گئی تو اسے وہ شرف بخشا جس کی خاطر ہر مومن موت کو گلے سے لگانے کے لیئے بھی تیار ہو سکتا ہے اور اس انمول عزت کے حصول کے لیئے مرنا گوارا کر سکتا ہے وہ یہ کہ محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات نفیس اس لحد کے اندر لیٹ گئے اور وہ تاریخی دعا کی جس پر زمین و آسمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کی خوش قسمتی نیک بختی اور قابل فخر سعادت پر ہمیشہ رشک کرتے رہیں گے اللہ سے کہا

الحمد للّٰہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد القنھا حجتھا وا وسع علیھا مد خلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین

(حلیتہ الاولیاء)

تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو زندگی بخشا اور موت دیتا ہے وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اے اللہ! میری امی جان فاطمہ بنت اسد کو بخش دے قبر میں منکر نکیر کو جواب دینے کی توفیق عطا فرما اور قبر کشادہ کر دے اپنے نبی اور جو ہم سے پہلے انبیاء کرام گزرے ہیں' ان کے حق کے وسیلے سے بیشک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے

○نمازیوں کی رفتار اور سائلوں کا وسیلہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب کوئی شخص نماز ادا کرنے کے لیے اپنے گھر سے نکلے اور یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں

اللھم انی اسالک بحق السائلین علیک واسالک بحق ممشای ھذا فانی لم اخرج اشرا ولابطرا ولا ریاء ا ولا سمعۃ وخرجت اتقاء سخطک وابتغا ء مر ضاتک فاسالک ان

تعیذنی من النار وان تغفرلی ذنوبنی انه لا یغفر الذنوب الا انت(ابن ماجہ ۵۶)

اے اللہ میں نماز کے لیئے جا رہا ہوں اور اس جانے کے وسیلے سے اور تیرے سائلوں کے حق کے وسیلے سے یہ عرض کرتا ہوں کہ تو مجھے آگ سے بچا میرے گناہ بخش دے کیونکہ میں تکبر و غرور اور ریاکاری اور نمائش کے لیئے نہیں بلکہ میں تو تیری ناراضگی سے بچنے اور رضا طلب کرنے کے لیئے نکلا ہوں بے شک تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

یہ تینوں واقعات زندگی میں توسل کی روشن دلیل ہیں

پہلا واقعہ نابینا صحابی کا ہے جسے جان کائنات ﷺ نے بارگاہ الوہیت میں خود اپنا وسیلہ کرنے کی تعلیم دی۔

دوسرا واقعہ حضرت فاطمہ بنت اسد کے وصال کا ہے ان کی فراخی اور توسیع کے لیئے خود محسن کائنات ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں اپنا وسیلہ پیش کیا اور کہا اپنے نبی کے حق کے وسیلے سے اس کی قبر کشادہ فرمادے

تیسرا ارشاد نمازیوں کے مسجد کی طرف جانے اور دربار خداوندی کے سائلوں کی عظمت سے متعلق ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست سوال دراز کرتے ہیں آپنے ان کے وسیلہ سے دعا فرمائی ہے

ان دلائل و واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے جو نیک لوگ زندہ ہوں ان کے وسیلے سے سوال کرنا جائز ہے۔

بحق فلاں کہنا

مذکورہ احادیث میں بحق نبیک اور بحق السائلین علیک کے الفاظ آئے ہیں جو صریحاً توسل پر دلالت کرتے ہیں چونکہ حدیث پاک میں آگئے ہیں اس لیے ان پر کلام کی گنجائش اور ضرورت تو نہیں تاہم چونکہ اہل علم نے ان کی صراحت و تشریح کی ہے اور ان کی معنویت پر بڑے علمی انداز میں روشنی ڈالی ہے اس لئے ان پر کچھ بحث کر لینا مناسب ہی ہے تاکہ اگر کسی کے دل میں ان الفاظ کی وجہ سے شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہوں اور وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو وہ دور ہو جائے

منطقی مقدمات قائم کرنے کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنے کی بجائے شروع ہی میں یہ جان لینا کافی ہے کہ ان احادیث میں حق سے مراد صرف وہ حق ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ میرے بندے اگر اطاعت و امانت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کریں گے اتباع حق اور بندگی کا ثبوت دیں گے تو ہم انہیں توفیقات خیر سے نوازیں گے نفس و شیطان اور دنیا پر غلبہ عطا کریں گے اور سعادت و نجات کی راہیں ان کے لیئے کھول دیں گے۔

اہل علم نے حق کا یہی مفہوم بیان کیا ہے

الحق بمعنى الوعد الثابت لمتحق الوقوع فضلا لا وجوبا

(بصائر ۳۳)

حق سے مراد وہ وعدہ ہے جس کا وقوع یقینی ہے خدا پر واجب نہیں بلکہ اس کا فضل ہے

والمراد بالحق الرتبه والمنزلة والحق الذی جعله اللّٰہ علی الخلق او الحق الذی جعله اللّٰہ علی الخلق جعله اللّٰہ بفضله له علیه(شفاء السقام ۲۱۵)

اور حق سے مراد وہ مرتبہ و مقام ہے جو بارگاہ خداوندی میں بندے کو حاصل ہوتا ہے یا وہ وعدہ مراد ہے جو اللہ پاک نے مخلوق پر مہربانی فرمانے کے لیئے کیا ہوا ہے یا وہ حق مراد ہے جو اس نے اپنے فضل سے اپنی رحمت پر لازم کیا ہے۔

مذکورہ احادیث میں حق سے مراد یہی حق ہے اور قرآن و سنت میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً

وکان حقا علینا نصر المومنین

اور مومنین کی مدد کرنا ہمارا حق ہے۔

حقا علینا ننجی المومنین

اہل ایمان کو نجات دینا ہمارا حق ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں

ہم سواری پر راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے پکارا اے معاذ! میں نے عرض کی حضور! حاضر ہوں ۔

آپ خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد پھر آواز دی اسی طرح آپ نے تین بار پکارا پھر فرمایا جانتے ہو **ماحق اللّٰہ عزوجل علی العباد**

اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟

میں نے عرض کی **اللّٰہ ورسوله اعلم اللّٰہ** اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں

آپ نے فرمایا!

فان حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیا

بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔

پھر تھوڑی دیر بعد آواز دی اور فرمایا

ھل تدری ما حق العباد علی اللہ اذا فعلوا ذلک

کیا جانتے ہو اللہ کریم پر بندوں کا کیا حق ہے جب وہ اس کے حکم پر پورا اتریں

میں نے عرض کی! خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپنے فرمایا! **ان لا یعذبھم**

اللہ کریم پر بندوں کا حق یہ ہے کہ ان کو عذاب نہ دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے راحت جاں ﷺ نے فرمایا **من ذب عن لحم اخیہ بالمغیبۃ کان حقا علی اللہ ان یعتقہ من النار ۲۸**

جس شخص نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں کسی چغل خور سے اس کی عبادت بچائی اللہ تعالیٰ پر حق ہو گا کہ اسے آگ سے آزاد کرے۔

ما من مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جھنم یوم القیامۃ (مشکوۃ شریف ۴۲۴)

جو مسلمان اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر حق ہو گا کہ

قیامت کے دن جہنم کی آگ اس سے دور کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

من جاع اواحتاج فکتمہ الناس وافضی بہ الی اللّٰہ کان حقا علی اللّٰہ ان یفتح لہ قوت سنۃ من حلال (مشکوۃ مجمع الزوائد)

جو شخص بھوک کا شکار یا محتاج ہوا اور لوگوں سے اپنا راز چھپایا اور خدا ہی کے حضور میں گریہ وزاری کی اللہ تعالیٰ پر حق ہو گا کہ ایک سال کی حلال روزی کا دروازہ اس کے لیئے کھول دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من اصیب بمصیبۃ بمالہ اوفی نفسہ فکتمہا ولم یشکہا الی الناس کان حقا علی اللّٰہ ان یغفر لہ** (مشکوۃ شریف ۴۴۹)

جس شخص کی جان و مال کو کوئی نقصان پہنچا پھر اس نے یہ معاملہ چھپایا اور کسی انسان سے اس کی شکایت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہو گا کہ اسے بخش دے

ان تمام آیات و احادیث میں حق کا لفظ آیا ہے اور اس سے وہی حق مراد ہے جو اللہ پاک نے اپنی مہربانی سے اپنی مخلوق کو عطا کیا ہے اور اپنے فضل و کرم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی صورت میں ضرور ان پر نگاہ کرم فرمائے گا اس پر کسی کا حق ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کی ذات پر وہ کام واجب ہے اور وہ مجبور ہے وہ کام کرے ذات باری تعالیٰ کے بارے میں کسی کے ایسے حق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اہل علم نے حق کی یہی تعریف فرمائی ہے

ولیس المرادبالحق الواجب فانه لا یجب علی اللّٰہ شئی (شفاء السقام ۱۶۵)

حق سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ خدا پر وہ چیز لازم و واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔

قرآن و سنت میں اس لفظ کا اس عام مفہوم میں استعمال ہو جانا ہی اس کے جواز کے لیئے کافی ہے اور دل کی تسلی ہو جاتی ہے کہ بحق فلاں کہنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ حق یہاں کسی ایسے معنی میں استعمال ہی نہیں ہو رہا جو شان الوہیت کے منافی ہو سب سے بڑی بات یہ کہ اگر اس لفظ میں کوئی قباحت ہوتی تو آیات و احادیث میں اس کا ذکر ہرگز نہ آتا 'مگر اس کا صراحتاً مذکور ہونا ہی اس کے جواز کی واضح دلیل ہے

وعن ابی یوسف انه لاباس به وبه اخذ الفقیه ابو الیث لانه ماثور عن النبی ﷺ روی انه کان من دعائه۔

امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں فقیہ ابو اللیثؒ نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ محبوب کریم ﷺ سے مروی ہے روایت کیا گیا ہے محبوب دو جہاں ﷺ یہ دعا کرتے تھے

اللهم انی اسالک بمقعد العزمن عرشک (ھدایہ)

شرح فقہ اکبر میں اسی جگہ ہے

واجازه ابو یوسف لمابلغه الاثر فیه

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے توسل کے اس انداز کو جائز قرار دیا

ہے

کیونکہ ان تک اس بارے میں حدیث پہنچی ہے اس لیئے توسل کی یہ صورتیں بھی جائز ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قصیدہ میں ہے

انت الذی لما توسل آدم من زلہ بک فاز وھو ابلک

یارسول اللہ! آپ وہ ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام نے لغزش کے بعد آپ کا وسیلہ پیش کیا تو کامیاب ہو گئے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

وبک الخلیل دعا فعادت نارہ نارہ بردا وقد خمدت بنور سنائک

اور آپ ہی کے وسیلے سے حضرت خلیل علیہ السلام نے دعا کی چنانچہ ان کے لیئے آگ ٹھنڈی ہو گئی اور آپ کے نور کی تجلی سے بجھ گئی۔

ودعاک ایوب لضر مسہ فازیل الضر حین دعاک

اور جب حضرت ایوب علیہ السلام کو تکلیف پہنچی تو انہوں نے آپ کے وسیلے سے دعا کی چنانچہ ان کی تکلیف زائل کر دی گئی جس وقت انہوں نے آپ کو پکارا۔

ان پر نور اشعار کے مضمون و معنی سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ توسل کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ دل کی گہرائی سے اس کے قائل ہیں۔

وصال کے بعد توسل

جو ملائک صفات قدسی نہاد مقبول لوگ اللہ کے محبوب ہوں اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی ان کے مرتبہ و مقام میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ مادے کی کثافتوں سے آزاد ہو جانے کے باعث ان کی روحانی قوت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے وہ ان منازل سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں جن کی سرحدوں تک پہلے ان کی رسائی نہیں ہوتی موت مومن کے حق میں آزادی کا پروانہ وصال کا پیغام محبت کا تمغہ اور ابدی زندگی کی جانفزا بشارت ہوتی ہے اس لئے اس کی موت سے کوئی فرق نہیں پڑتا جس طرح اس کی زندگی میں توسل جائز ہوتا ہے اس کی موت کے بعد بھی اس کے ساتھ توسل جائز ہی رہتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کی وفات کے بعد راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اس کی بہترین مثال ہے انبیاء کرام کی عظمت و شرف سے کون انکار کر سکتا ہے وہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے وصال فرما چکے تھے اس کے باوجود آپ نے دربار خداوندی میں ان کا وسیلہ پیش کیا اور یوں کہا!

والانبیاء الذین من قبلی!

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو صالحین وصال فرما چکے ہیں ان کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔

جس طرح محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اپنا وسیلہ پیش کرنے کی تعلیم دی اور انہوں نے راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بارگاہ خداوندی میں آپ

کا وسیلہ پیش کیا اسی طرح انہوں نے محبوب کریم ﷺ کے وصل کے بعد بھی اس تعلیم کو جاری رکھا اور اس پر اسی طرح عمل کیا جس طرح وہ اس پر محبوب کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں کرتے تھے۔

اس سلسلے کا مشہور ترین واقعہ حضرت ابن حنیف رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جو اس وقت دربار مصطفوی میں حاضر تھے جب راحت جاں ﷺ کے حضور میں نابینا شخص آیا تھا اور آپ نے اسے وسیلہ والی دعا سکھائی ابن حنیف نے اس موثر دعا کو نہ صرف یاد رکھا بلکہ یہ مقدس دعا بعد میں اپنے احباب و اعزہ کو بھی سکھاتے رہے اور اس دعا کی برکت سے ان احباب کی آرزوئیں اور ناتمام خواہشیں بھی بڑی سرعت سے پوری ہوتی رہیں

ابن حنیف کا عمل دعائے نابینا کے پس منظر میں

تیسرے خلیفہ راشد امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ابن حنیف نے یہی دعا ایک شخص کو یاد کرائی اور پورا پس منظر بیان کرکے اس کی اہمیت واضح کی اس پر عمل کرکے اس شخص کا مقصد فوراً پورا ہوگا جس کی تفصیل یہ ہے

یہ ایک ضرورت مند نادار شخص تھا روزانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دربار میں جاتا مگر مصروفیت کے باعث آپ اس کی طرف توجہ نہ دیتے خستہ حالی کی وجہ سے اسے فوری امداد کی ضرورت تھی اس لیئے آپ کی بے توجہی اس کے لیئے بڑی افسردگی اور شکستہ دلی کا باعث بنتی اور یہ روزانہ مغموم پریشان واپس آ

جاتا

ایک روز ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی جب اس کی بجھی ہوئی آنکھوں میں اداسی اور چہرے پر تفکرات کے سائے رقصاں دیکھے تو سبب پوچھا! اس نے اپنی مجبوری اور لاچاری کا سارا قصہ سنا دیا اور جتایا میں فوری امداد کا مستحق ہوں مگر جناب عثمان میری طرف توجہ نہیں فرماتے۔

حضرت ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

میں تمہیں ایک دعا بتاتا ہوں وہ یاد کر لو۔

آپ نے وہی دعا یاد کرا دی بعد میں فرمایا

اب وضو کر کے مسجد میں جاؤ دو رکعت نفل ادا کرو اور اس کے بعد یہی دعا کرو پھر جو کچھ پیش آئے وہ مجھے آکر بتاؤ۔

اس غریب آدمی نے اس ساری بات پر عمل کیا جب دعا کر چکا تو معمول کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سب کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور معذرت کی کہ ہمیں تمہارا کام یاد نہیں رہا تھا اب وہ پورا کیے دیتے ہیں آئندہ جب بھی ضرورت پیش آئے بے روک و ٹوک آجایا کرو۔

یہ شخص شاداں فرحاں حضرت ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے حضرت عثمان غنی کے پاس میری سفارش کی آپ نے میرا کام کر دیا ہے

حضرت ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں نے

تمہاری کوئی سفارش نہیں کی یہ سب اسی عمل کی برکت ہے جو میں نے تجھے سکھایا تھا۔ پھر آپ نے نابینا صحابی کے دربار رسالت میں حاضر ہونے کا سارا واقعہ بیان کیا

(مجمع الزوائد '۲-۲۷۹)

امیر المومنین حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل جنگ یرموک کے پس منظر میں

عہد صحابہ میں توسل کے جواز و ترویج کا ثبوت پیش کرنے کے لیئے حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ایک مستحکم دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس پاکیزہ صاف ستھرے دور میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرنے کا عام رواج تھا اور وہ پاک نہاد لوگ اسے قبولیت دعا کا ایک اہم اور موثر ذریعہ سمجھتے تھے۔

چونکہ ان دونوں مقتدر حضرات کے اس عمل کی کیفیت اور اہمیت کا صحیح اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا پس منظر ہو ' اس لیئے پہلے اس کی جزئیات و تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں مجاہدین نے کافروں کے چھکے چھڑا دیئے جب ملک شام کے اکثر اور قابل ذکر علاقے نصاریٰ کے ہاتھ سے نکل گئے اور مسلمانوں نے وہاں فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے تو بادشاہ روم ہرقل کو بڑی تشویش و پریشانی لاحق ہوئی اس نے آخری بار ایک

کاری ضرب لگانے کے لیۓ اپنی پوری قوت مجتمع کرنے کا ارادہ کر لیا اور کم و بیش پانچ سات لاکھ فوج جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا ان میں ساٹھ ہزار وہ عرب باشندے بھی تھے جنہوں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور اب نصاریٰ ہی کی طرح مشرک تھے انہوں نے میدان یرموک میں پڑاؤ ڈال دیا۔

لاکھوں کی تعداد کے مقابلے میں مسلمان صرف تیس ہزار تھے بظاہر کوئی مقابلہ ہی نہ تھا اس لیۓ نصاریٰ اور ان کے ہم عقیدہ عربوں کے حوصلے بڑھے ہوۓ تھے مگر مجاہدین اپنی جگہ بالکل مطمئن تھے انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر پورا بھروسہ تھا جس کا اظہار انہوں نے امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تاریخ انسانی ان کی اس بے مثل جرات کو ہمیشہ حیرت کی نگاہ سے دیکھتی رہے گی اور ایک نادر روزگار واقعہ کی حیثیت سے اپنے سینے میں محفوظ رکھے گی

ہوا یوں کہ جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا! مشرک اپنی کثرت پہ نازاں ہیں اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ وہ ناقابل تسخیر ہیں' میں ان کا یہ گھمنڈ مٹی میں ملانا اور بے جا غرور توڑنا چاہتا ہوں اور عملی طور پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ تعداد کی کثرت کوئی معنی نہیں رکھتی ہم تعداد میں اگرچہ کم ہیں مگر ان کی کثرت پر بھاری ہیں صورت یہ سوچی ہے کہ صرف تیس جانباز مجاہد لے کر ساٹھ ہزار عیسائی عربوں کے مقابلے میں نکلوں اور ان سے پنجہ آزمائی کروں اس طرح ایک غازی کے حصے میں دو دو ہزار کافر آئیں گے' مگر مجھے تائید الٰہی پر بھروسہ ہے کہ ہم تیس آدمی ساٹھ

ہزار عربوں کو بھگانے اور تہہ تیغ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے انشاء اللہ اگر ہم نے یہ معرکہ سر کر لیا تو جو مقامی نصاریٰ ہیں ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور ان کی کثرت خود ان کی نظر میں بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حیرت سے حضرت خلد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سنجیدہ ہیں تو اس عجوبہ روزگار کاروائی پر باقاعدہ عمل کی اجازت دینے کے لیئے تیار ہو گئے مگر تیس کی بجائے ساٹھ مجاہدین میدان میں لے جانے کا حکم دیا

پھر دنیا نے دیکھا کہ صرف ساٹھ مجاہدین نے ساٹھ ہزار کافروں کا بڑی پامردی جرات اور بے جگری کے ساتھ شام تک مقابلہ کیا دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا آخر وہ تاب نہ لا کر پسپا ہوا اور پانچ ہزار آدمی کٹوا کر پیچھے ہٹ گیا' صرف دس مسلمان شہید ہوئے پچیس دشمن کے تعاقب میں نکل گئے اور پانچ قید ہوئے جو بعد میں چھڑا لیئے گئے۔

یہ مقابلہ مسلمانوں کی قوت ایمانی تائید ربانی پر بھروسہ اسلام کے لیئے جانفروشی اور دین کے لیئے جان دینے کی زبردست خواہش کی زندہ و نمائندہ مثال ہے جس کی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی وہی قوم ایسے جوش جنوں اور اعجازی انداز کا مظاہرہ کر سکتی ہے جس کے پیش نظر دنیاوی منفعت یا طلب جاہ و شوکت اور اپنی ذات نہ ہو بلکہ کوئی اعلیٰ اور آفاقی مقصد ہو'

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تفصیلات ایک خط میں لکھیں اور حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ خط لے کر بارگاہ فاروقی میں مدینہ طیبہ جائیں اور آئندہ کے لیئے ہدایات اور جواب لے کر آئیں

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ آٹھ روز بعد مدینہ منورہ پہنچے خود فرماتے ہیں۔

میں نے اپنی اونٹنی باب جبریل پر بٹھائی اور

اتیت الروضة وسلمت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم

یعنی بارگاہ رسالت میں حاضری دی راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار میں سلام پیش کیا اور پھر دربار فاروقی میں حاضر ہوا **وقبلت یدیہ وسلمت علیہ**

میں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چومے اور سلام کہا۔ پھر امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط دیا اور جنگ کی تفصیلات زبانی بھی سنائیں

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انہوں نے تفصیلات سن کر کہا دشمنوں کی عددی برتری اور کثرت سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں یہ وہی معرکہ ہے جس کی تفصیلات محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہلے ہی بتائی ہوئی ہیں اس کا انجام مسلمانوں کے حق میں ہو گا اس لیئے میدان جنگ میں جا کر مجاہدین کو تسلی دو اور خوشخبری سنا دو کہ فتح و نصرت ان کے قدم چومے گی۔

امیرلمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب لکھ دیا اور جنگی ہدایات جاری فرمادیں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ مکتوب گرامی لے کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہونے کے لیئے باہر نکلے اور الوداعی اسلام پیش کرنے کے لیئے روضہ

اطہر پر حاضر ہوئے

اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں اہل بیت نبوت کے دیگر گلہائے سرسبد حضرت سیدنا امام حسن امام حسین حضرت ابن عباس اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پہلے دربار رسالت میں سلام پیش کیا چونکہ اس وقت وہاں مطلع انوار پر چاند سورج ستارے سب بیک وقت طلوع تھے اس لئے ان کے فیوض سے محروم رہنا گوارا نہ کیا اور عرض کی!

آپ بھی میرے لئے اور میدان جنگ میں موجود مجاہدین کے لئے دعا کریں

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے عبد اللہ! تمہیں چاہئے تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دعا کراتے کیا تمہیں علم نہیں کہ ان کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے ان کی شان یہ ہے کہ بفرمان محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو عمر نبی ہوتے اس کے علاوہ کتنی ہی آیات ان کی رائے کی تائید و موافقت میں نازل ہوئی ہیں

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

میں نے ان سے دعا کرالی ہے اور اب آپ سے بھی دعا کرانا چاہتا ہوں خصوصاً جب کہ آپ حضرات روضہ اطہر کے قریب تشریف فرما ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو معنی خیز نورانی دعا کی وہ توسل کا بہترین ثبوت اور اہل بیت نبوت کے عقیدے کی نمائندہ مثال ہے

آپ نے کہا!

اللهم انا نتوسل بهذا النبی المصطفیٰ والرسول المجتبی الذی توسل به ادم فاجبت دعوته و غفرت خطئته الا سهلت علی عبد اللّٰه طریقه و طویت له البعید وایدت اصحاب نبیک بالنصر انک سمیع الدعاء (فتوح الشام ۱۴۲ واقعہ یرموک)

اے اللہ ! ہم تیرے دربار میں تیرے برگزیدہ نبی اور منتخب رسول ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں آدم علیہ السلام نے جن کا وسیلہ پیش کیا تو تونے ان کی دعا قبول کی اور خطا بخش دی یا خدا ! عبد اللہ کا سفر آسان اور طویل راہ مختصر کر دے اور اپنے نبی پاک ﷺ کے اصحاب کی مدد فرما بے شک تو دعائیں سننے والا ہے

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس پیاری دعا کے ایمان افروز مضمون اور انداز سے خوش ہو گئے اور پھر شاداں فرحاں اس مقدس دعا کے خنک سائے میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے انہیں یقین ہو گیا اب یہ دعا ضرور رنگ لائے گی کیونکہ یہ دعا راحت جاں ﷺ کے وسیلہ سے مانگی گئی ہے اور دعا مانگنے والے وہ قدسی نفوس ہیں ' جن کے پائے کا چشم فلک نے دیکھا ہی نہیں

بعد میں اس دعا کے نتائج بخوبی ظاہر ہوئے اور مسلمان کامیاب رہے

اولیائے امت کے ساتھ توسل

اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی اتباع و اطاعت اور ان کے نقوش قدم پر چلنے کی برکت سے نہ صرف انسان کے ظاہر و باطن اور عمل و اخلاق میں تبدیلی

آ جاتی ہے بلکہ مرتبہ و مقام کے لحاظ سے بھی وہ ممتاز ہو جاتا ہے صفائے باطن اور نور معرفت حاصل ہو جانے کی بدولت رحمت خداوندی لپک کر اسے آغوش میں لے لیتی ہے اور اس کے سر پر حسن و دلکشی اور مقبولیت کا وہ درخشاں تاج رکھ دیتی ہے کہ وہ ساری مخلوق کا منظور نظر بن جاتا ہے دنیا اسے اللہ کا دوست اور ولی کہتی ہے اس کے قدموں میں دل اور راہوں میں آنکھیں بچھاتی ہے اللہ کا محبوب بن کر وہ سب کا محبوب بن جاتا ہے وہ اس قابل ہو جاتا ہے اس کی صالحیت پرہیز گاری مقبولیت اور پاکبازی کی وجہ سے بارگاہ خداوندی میں اس کے وسیلے سے دعا کی جاسکے اور اس کی برکت سے رب کی رحمت کو منایا جاسکے۔

اس لیئے اس صلاح و ہدایت اور نیکو کاری کی وجہ سے اللہ کے محبوب ﷺ کی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور اس کے مقبول ولیوں کے ساتھ بھی توسل جائز ہے ساری امت کا شروع ہی سے اس پر عمل رہا ہے اور اس نے صالحیت و پرہیز گاری کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اسے توسل کے قابل سمجھا ہے یعنی فیصلہ دیا ہے کہ جس باکمال فرخ خصال بندے میں اطاعت و بندگی دین میں استقامت و پائندگی اور حسن نیت و خلوص کی خوبی پائی جائے وہ اس لائق ہوتا ہے کہ اسے وسیلہ بنایا جاسکے اس کے اعزاز و مرتبے سے رب کریم کی بارگاہ کرم سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ویستحب ان یستسقی بمن ظهر صلاحه لانه اقرب الی اجابه الدعاء

اور مستحب ہے کہ اس شخص کے وسیلے سے بارش کے لیئے دعا کی جائے

جس پر ہدایت وصلاح کی علامات نمایاں ہوں کیونکہ یہ صورت دعا کے جلد قبول ہونے کا ذریعہ ہے

راحت دو جہاں ﷺ نے سائلین کے وسیلے سے دعا فرمائی تمام سائلین نبی نہیں ہوتے جس سے ثابت ہوا نبی کے علاوہ امتی کے وسیلے سے دعا کرنا بھی جائز ہے اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے کا اثر

سنہ ۱۷ھ میں زبردست قحط کے آثار نمودار ہوئے عوام میں سخت بے چینی اور سراسیمگی پھیل گئی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کی یہ ابتر حالت اور ہر طرف بھوک اور مایوسی کے سائے منڈلاتے دیکھ کر بہت فکر مند ہوئے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ ان کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی!

یا امیر المومنین ان بنی اسرائیل کانوا اذا اصابھم مثل ھذا استسقوا بعصبہ الانبیاء (استیعاب ۳-۹۸)

اے امیر المومنین بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ جب اس قسم کا قحط نمودار ہوتا وہ انبیاء کرام کے خاندان کے وسیلے سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا!

ہمارے درمیان محبوب کبریاء ﷺ کے معزز چچا بنو ہاشم کے سربراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ موجود ہیں جو راحت دو جہاں ﷺ کو اپنے والد کی طرح عزیز تھے اس لیئے ہم ان کے وسیلے سے دعا کریں گے' یہ سوچ کر آپ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور انہیں دعا کے لیئے آمادہ کر لیا۔

دوسرے روز لوگ اکٹھے ہو گئے منبر بچھا دیا گیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس منبر پر بٹھا لیا اور یوں دعا کی!

اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا (بخاری ۱۳۷)

اے اللہ! ہم تیرے محبوب پاک کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو تو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اور بے شک اب ہم تیرے پیارے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں تو ہمیں بارش عطا فرما۔

پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ بھی دعا کریں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں دعا کی

اللھم ان عندک سحابا و عندک ماء فانشر السحاب ثم انزل الماء منہ علینا فاشدد بہ الاصل واطل بہ الفرع وادر بہ الضرع اللھم انک لم تنزل بلاء الا بذنب ولم تکشفہ الا بتوبۃ وقد توجہ القوم بی الیک فاسقنا الغیث اللھم شفعنا فی انفسنا و اھلینا

(عینی ۔ ۷ ، ۳۳) احیاء العلوم)

یا اللہ بے شک بادل بھی تیرے پاس ہے اور پانی بھی بادل پھیلا دیئے پھر ہم پر بارش نازل فرما جڑوں کو مضبوط شاخوں کو لمبا اور پستانوں کو دودھ سے لبریز کر دے اے اللہ! تو گناہوں کے سبب آفات نازل کرتا اور توبہ سے ان کو دفع فرماتا ہے ، اس وقت لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہیں ، ہمیں بارش سے

سیراب کر دے ۔ اے اللہ ! ہمارے اہل و عیال اور خود ہمارے حق میں ہماری شفاعت قبول فرما۔

فارخت السماء عزالیها فجات بامثال الجبال حتی استوت الحفر بالاكام و اخصبت الارض و عاش الناس

چنانچہ اس دعا کی برکت سے آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے پہاڑوں کی طرح بادل چھا گئے یہاں تک کہ ٹیلوں کے گڑھے بھر گئے زمین سر سبز ہو گئی اور عوام نے سکھ کا سانس لیا

فقال عمر رضی اللّٰه عنه هذا واللّٰه الوسیلة الی اللّٰه عزوجل والمکان منه (استیعاب ۳-۹۹)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وسیلے کی برکت سے دعا کے فوری اثرات دیکھ کر بے ساختہ کہا بخدا! اللہ کے دربار میں وسیلہ اسی کو کہتے ہیں اور مرتبہ اسی چیز کا نام ہے

طفق الناس یمسحون ارکانه

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت و کرامت دیکھ کر لوگوں نے دیوانہ وار آپ کو چومنا شروع کر دیا۔

شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے فوری نزول باران کا یہ منظر دیکھا تو بے حد متاثر ہوئے اور اس تاثر کے نتیجے میں مدرجہ ذیل اشعار کہے جن میں اس وسیلے کا بطور خاص ذکر فرمایا

سال الامام وقد تتابع جدبنا

فسقی الغمام بغرة العباس

جب قحط عام تھا تو ہمارے امیر نے دعا کی پس حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے نور کے وسیلے سے بادل نے سیراب کر دیا۔

عم النبی وصنو والده الذی

ورث النبی بذلک دون الناس

وہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور ان کے والد کی مثل ہیں جن کو اسی دربار سے ساری عظمتیں ملی ہیں۔

احیا الا له به به البلاد فاصبحت

مخضره الاجناب بعد الیاس

اللہ کریم نے ان کے وسیلے سے شہروں کو زندہ کر دیا اور صورت یہ ہے کہ گردونواح کے تمام علاقے مایوسی کے بعد سرسبز و شاداب ہو گئے ہیں حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح فرمایا

بعمی سقی اللّٰه الحجاز واهله

عشیة یستقی لشیبته عمر

میرے چچا ہی کے وسیلے سے اللہ نے حجاز کی سرزمین اور اس کے باشندوں کو سیراب کیا جس شام ان کی بزرگی کے توسط و وسیلے سے جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارش کی طلب کی

توجه بالعباس فی الجدب راغبا

فما کرحتی جاء بالمدینة المطر

وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے قحط میں مصروف دعا ہوئے پس نہ لوٹے یہاں تک کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔

حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا

دمشق میں حضرت یزید بن اسود جرشی رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور زہد و ریاضت کا بڑا چرچا تھا' عبادت و مناجات میں مشغول رہنے کی وجہ سے لوگ آپ کو بے حد قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ جب بھی قحط پڑتا لوگوں کی نگاہ انتخاب آپ کی طرف اٹھتی وہ دربار خداوندی میں ان کا وسیلہ پیش کرتے اور کامیاب ہوتے۔

ایک دفعہ دمشق میں ایسا قحط پڑا کہ یاروں نے عشق فراموش کر دیا وہ بارش کی طلب کے لیئے میدان میں جمع ہو گئے' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور کہا یزید بن اسود کہاں ہیں؟ یہ اٹھ کر ان کے پہلو میں جا بیٹھے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے وسیلے سے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی!

اللھم انا نستشفع الیک بخیرنا وافضلنا یزید بن الاسود

اے اللہ! ہم تیرے دربار میں یزید بن اسود کا وسیلہ پیش کرتے ہیں جو ہم میں افضل اور سب سے بہتر ہیں

اے یزید! ہاتھ اٹھا کر ہمارے لیئے دعا کیجئے۔ حضرت یزید نے جونہی دعا کی!

نثارت فی الغرب سحابة مثل الترس وهب لها ریح فسقوا حتی کادو الا یبلعون منازلهم۔ (مغنی ۲۔۴۳۹)

پس مغرب کی جانب سے ڈھال کی مانند پارہ ابر نمودار ہوا تیز ہوا چلی اور بارش ہونے لگی یہاں تک کہ لوگوں کے لیئے گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا

اولیاء کرام کے ساتھ توسل کی یہ ایمان افروز داستانیں اسلام کے دور عروج سے لے کر اب تک تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ جنہوں نے ہر دور میں جہاں مسلمانوں کو ولولہ تازہ جوں حوصلہ اور جوش و جذبہ بخش ہے وہاں اولیاء کرام کے مرتبہ و مقام سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور ہر دور میں توسل کے جواز پر مہر تصدیق ثبت کی ہے

مندرجہ بالا دونوں واقعات عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کا عمل ساری امت کے لیئے حجت ہے ایک واقعہ کا تعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فکر و عمل کے ساتھ ہے اور پہلا واقعہ عہد فاروقی سے متعلق ہے جس میں خیر و برکت سوا کسی اور صورت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا اور اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ اللہ کریم کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت کے صالح اور برگزیدہ افراد کو بھی وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ (مزید تفصیل ہماری کتاب **فان امنوا بمثل ما امنتهم به** میں ملاحظہ فرمائیں)

ایک عجیب و غریب لطیفہ

توسل کے بارے میں کچھ لوگوں کی مذہبی حس بہت حساس واقع ہوئی ہے ان کا دینی رجحان اعتقادی مزاج اور نظریاتی احساس اسے کسی بھی قیمت پر برداشت کرنے کے لیۓ تیار نہیں ہوتا وہ اس کی نفی کے لیۓ عجیب و غریب استدلات پیش کرتے ہیں جو بسا اوقات غیر معقولیت اور انتہائی نادانی کی حدوں کو بھی چھو لیتے ہیں اور ایک سنجیدہ مزاج انسان ان بے معنی اور مضحکہ خیز دلائل کو دیکھ کر متانت و سنجیدگی سے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بھلا چنگا' دانا و بینا انسان اتنا پھسڈی تعصب کی حد تک جنونی اور ہٹ دھرم بھی ہو سکتا ہے کہ روشنی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھنے کی قسم کھالے اور فکر و شعور کی بلندیوں سے حماقت و ابلہی کی پستیوں میں اس طرح گر جائے کہ دلائل و براہین کے نام پر ایسی باتیں کرنے لگے جن کا کوئی سر پیر اور وزن و معنی نہ ہو اور جو اتنی گھسی پٹی اور غیر معقول ہوں کہ معمولی فہم و فراست کا انسان بھی جان لے کہ یہ بالکل فضول اور بے کار باتیں ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اس توسل کے ساتھ کچھ سرگرداں حضرات نے یہی سلوک کیا ہے۔

یہ ثابت کرنے کے لیۓ جو حضرات وصال فرما چکے ہیں ان کے ساتھ توسل جائز نہیں..... وہ فرماتے ہیں

اگر یہ توسل جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ توسل نہ کرتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے ... مگر چونکہ آپ کا

وصال ہو چکا تھا اس لیئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ توسل کیا

.... ثابت ہوا زندوں کے ساتھ توسل جائز ہے

اور جو حضرات اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہو ان کے ساتھ جائز نہیں۔

یہ استدلال انوکھا بھی ہے اور حیرت انگیز بھی! تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی دوسرا سر پھرا اٹھ کر یہ دعوی داغ دے کہ افراد کے ساتھ تو توسل جائز ہے مگر اعمال کے ساتھ نہیں اگر اعمال کے ساتھ جائز ہوتا تو جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعمال کے ساتھ توسل کرتے مگر چونکہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ توسل کیا اس لیئے صرف افراد کے ساتھ ہی جائز ہے۔

بلکہ کوئی لال بجھکڑ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر یہ کہہ سکتا ہے

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی کے ساتھ توسل جائز نہیں اگر جائز ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ توسل کرتے مگر چونکہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا اس لیئے ان کے ساتھ ہی جائز ہے کسی اور کے ساتھ نہیں۔

ظاہر ہے ایسی دور کی کوڑی لانے اور موشگافی کرنے والے کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟

حالانکہ بڑی عام فہم اور آسان سی بات ہے اگر دو کام جائز ہوں اور ان میں سے ایک پر عمل شروع کر دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ دوسرا ناجائز ہے اگر وہ جائز ہوتا تو یہ شروع نہ کرتا مثلاً۔

ایک شخص کے پاس کپڑوں کے دو جوڑے ہیں دونوں کا پہننا اس کے لیئے

جائز ہے اس نے ان میں سے ایک جوڑا پہن لیا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسرے کا پہننا ناجائز تھا

اسی طرح درود شریف اور قرآن پاک دونوں کا پڑھنا جائز باعث برکت ذریعہ نجات' اور سعادت کی علامت ہے بلکہ کامل مسلمان کے لیئے ضروری ہے ایک شخص نے قرآن پاک پڑھنا شروع کردیا' اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ اس نے تلاوت قرآن پاک کو اس لیئے ترجیح دی کہ درود پاک پڑھنا ناجائز تھا

ایک مسجد کے دو دروازے ہیں ایک شخص کسی دروازے سے اندر آگیا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جائے گا کہ دوسرے دروازے سے اندر آنا ممنوع و حرام تھا اس لیئے وہ اس دروازے سے آیا۔

دنیا میں قدم قدم پر اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں ایسی بدیہی اور واضح باتوں کو اس طرح توڑ موڑ دینا اور ان سے غلط استدلال کرنا علم و دیانت ہی نہیں انسانیت کی بھی توہین ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی توسل جائز تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو منتخب کرلیا اس سے یہ کہاں ثابت ہوگیا کہ راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل ناجائز تھا

جب فکر و نظر بہک جائیں تو وہ کسی چیز کو اصل رنگ میں نہیں دیکھتے یہ یقینی بات ہے اگر جناب حضرت عمر فاروق حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل نہ کرتے اور محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تو پھر انہوں نے کہنا تھا نبی

کے علاوہ کسی کے ساتھ توسل جائز نہیں اگر ہوتا تو عمر اس موقعہ پر ضرور کرتے
۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہتے
خامہ انگشت بد نداں ہے اسے کیا کہتے

خاص مقاصد کے لیئے تبرکات کا استعمل

اہل اللہ کے تبرکات کو وسیلہ بنا کر قدرت سے شفا مغفرت پاکیزگی برکت اور فتح و نصرت حاصل کرنے کا دستور' زمانہ قدیم ہی سے چلا آرہا ہے اور اہل ایمان بڑی عقیدت سے ان تبرکات کو خاص مقاصد کے لیئے استعمل کرتے رہے ہیں قرآن و سنت نے بھی اس روحانی طریق کار کو قائم رکھا ہے حضرات صحابہ کرام بھی اس پر عمل پیرا رہے اور آج بھی یہ سلسلہ یونہی جاری ہے اس سلسلہ زریں کی کچھ مضبوط کڑیاں بصورت دلائل پیش کی جاتی ہیں

○پیراہن یوسفی کا اعجاز

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر پہنچے اور انہوں نے بتایا کہ آپ کی جدائی میں ابا جان کی صحت گر گئی ہے اور بینائی بھی کافی حد تک متاثر ہوئی ہے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو قمیض دیا اور کہا۔

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا

میرا یہ قمیص لے جاؤ اور ابا جان کے چہرے پر ڈال دو ان کی بینائی ٹھیک ہو

جائے گی۔

اس قمیض کا یہ سارا فیضان و اثر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ نسبت کی وجہ سے تھا ان کے جسم مبارک کے ساتھ لگنے کی وجہ سے اس میں یہ برکت پیدا ہو گئی تھی شفا کے حصول کا وسیلہ بن سکتی تھی عجب بات تو یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی مسافت بعید سے بوئے پیراہن سونگھ لی اور جان لیا مصر سے تبرک آ رہا ہے جس میں خوشبوئے یوسف بسی ہوئی ہے

ولما فصلت العير قال ابوهم انى لاجد ريح يوسف

جب قافلہ مصر سے نکلا تو ان کے ابا جان نے کنعان میں کہا

میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔

مصر پہنچ کر جب قمیض کو ان کے چہرے پہ رکھا گیا تو اس کی برکت سے واقعی بینائی بحال ہو گئی توسل کی یہ ایمان افروز روایت بہت ہی قدیم ہے اور قرآن پاک نے اسے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ اہل ایمان و تقویٰ میں توسل بالتبرک کا تصور نیا نہیں ہے بلکہ شروع ہی سے چلا آ رہا ہے

۲ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ تھیں آپ کے پاس محبوب کریم ﷺ کا ایک جبہ مبارک تھا جو حضرت عائشہ کے توسط سے ان کو ملا تھا۔

ایک دفعہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ جبہ نکال کر اہل نظر کو دکھایا وہ پارسی چادروں کا بنا ہوا تھا جس کے گریبان پر دیباج کی پٹی لگی ہوئی تھی

اسی طرح اس کے کنارے دیباج کے دھاگے سے کڑھے ہوئے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا!

كانت عند عائشه فلما قبضت قبضتها وكان النبى صلى اللّٰه عليه و آله وسلم يلبسها فنحن نغسلها للمرضى ونستشفى بها

(مشکوۃ شریف ۳۷۴)

یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا جب ان کا وصال ہوا تو میں نے لے لیا اسے راحت جاں ﷺ پہنا کرتے تھے اسی لیئے ہم اسے دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں اور اس کے وسیلے سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

۳ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محبوب کریم ﷺ کے بال مبارک تھے جو انہوں نے ایک قیمتی شیشی میں ڈال کر بڑی احتیاط سے رکھے ہوئے تھے جب بھی کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی یا نظر لگتی وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیتا آپ بالوں والی شیشی نکال کر پانی میں ہلا دیتیں مریض وہ پانی پیتا تو صحت یاب ہو جاتا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خود اپنا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے

ارسلنى اهلى الى ام سلمه بقدح من ماء وكان اذا اصاب الانسان عين او شى بعث اليها مخضبة فاخرجت من شعر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله و سلم وكانت تمسكه فى جلجل من فضة فخضته له فشرب منه (مشکورۃ شریف ۳۹۱)

میرے گھر والوں نے پانی کا ایک پیالہ دے کر مجھے حضرت ام سلمہ کے پاس

بھیجا کیونکہ جب تک بھی کو نظر لگتی یا کوئی تکلیف پہنچتی وہ ان کی طرف برتن بھیج دیتا تھا پس آپ راحت جان صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال نکالتیں جو چاندی کی ایک ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے اس ڈبیا کو پانی میں حرکت دیتیں بعد میں مریض وہ پانی پی لیتا

۴ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ کرم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آکر آرام فرمایا کرتے تھے ام سلیم چمڑے کا بستر بچھا دیتیں آپ لیٹ جاتے جب آپ کو پسینہ آتا تو آپ وہ ایک شیشی میں جمع فرماتیں بعد میں وہ دوسری خوشبو کے اندر ڈال کر استعمال کرتیں پسینے کی یہ خوشبو تمام خوشبوؤں پر فائق ہوا کرتی تھی

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

فلما حضر انس بن مالک الوفاۃ اوصٰی الی ان یجعل فی حنوطہ من ذالک السک فجعل فی حنوطہ (بخاری شریف ۹۲۹)

جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی مردے کے کفن اور چہرے پر جو کافور وغیرہ ملا جاتا ہے اس میں وہ خوشبو بھی ملائی جائے جن میں راحت جان صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک ہے چنانچہ ان کے اس وصیت پر عمل کیا گیا

۵ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

خرجنا وفد الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم فبایعناہ وصلینا معہ واخبرناہ ان بارضنا بیعۃ لنا فاستوھنباہ من فضل

طهوره فدعا بماء فتوضا و تمضمض ثم صبه لنا فی اداوة و امرنا فقال اخرجوا فاذا اتیتم ارضکم فاکسر و بیعتکم وانضحوا مکانها بهذا الماء و اتخذوها مسجدا قلنا ان البلد بعید والحر شدید والماء ینشف فقال مدوہ من الماء فانه لا یزیده الا طیبا

(مشکوۃ شریف ۶۹)

ہم لوگ وفد کی صورت میں دربار سالت میں حاضر ہوئے بیعت کی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور بتایا ہمارے علاقے میں ایک گرجا ہے اسے پاک کرنے کے لئے اپنے وضو کا پانی عطا فرمائیں راحت جاں ﷺ نے پانی منگوا کر وضو کیا کلی فرمائی اور یہ متبرک پانی ایک برتن میں ڈال کر ہمیں دے دیا اور حکم دیا اب اپنے علاقے کی طرف واپس چلے جاؤ جب وہاں پہنچو تو گرجا توڑ دو اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو اور اسے مسجد بنالو۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ!

ہمارا شہر بہت دور ہے گرمی شدید ہے یہ پانی تو خشک ہو جائیگا آپنے فرمایا! اس میں اور پانی ملا کر زیادہ کر لینا اس کی پاکیزگی میں کمی نہیں آئے گی گرجے کی جگہ کو پاک کر کے ہی چھوڑے گا۔

میدان جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہمیشہ ایک ٹوپی رہتی تھی' جسے وہ بڑے اہتمام کے ساتھ پہن کر جنگ کے لیئے نکلا کرتے تھے۔ معرکہ یرموک میں آپ کے سر سے وہ ٹوپی گر گئی تو نہایت پریشان ہوئے اور جان کو خطرے میں ڈال کر اس ٹوپی کی طرف لپکے اور اس وقت چین لیا جب وہ

دوبارہ مل گئی۔

بعد میں انہوں نے بتایا یہ کوئی معمولی ٹوپی نہیں ہے بلکہ اس میں محبوب کریم ﷺ کی پیشانی مبارک کے بال رکھے ہوئے ہیں یہ ٹوپی پہن کر جب بھی میدان میں نکلتا ہوں ہمیشہ فتح و نصرت قدم چومتی ہے اور میدان ہمارے ہاتھ رہتا ہے (حجتہ اللہ علی العالمین ٦٨٦)

تبرکات کے بارے میں صحابہ کے احساسات و نظریات کیا تھے وہ انہیں کسی اہتمام و شوق سے حاصل کرتے اور پھر دینی و دنیوی مشکلات کے حل کے لیۓ انہیں کس طرح استعمال کرتے تھے ان مستند واقعات سے ان تمام امور پر روشنی پڑتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے تبرکات کو وبا اور امراض کے دفعہ کے لیۓ استعمال کرنا ان کا روز مرہ کا معمول تھا۔

انہوں نے یہ تبرکات سنبھال کر رکھے ہوئے تھے جونہی کوئی مشکل پیش آتی وہ ان کی طرف رجوع کرتے اور قدرت ربانی کا کرشمہ دیکھتے کہ کس طرح اچانک تکلیف رفع ہو جاتی اور گردش ٹل جاتی ہے۔

گرجے کی جگہ پاک کرنے کا واقعہ انتہائی اہم ہے صحابہ کرام نے اس ناپاک مقام کو پاک کرنے کے لیۓ وضو کا استعمال شدہ متبرک پانی طلب کیا۔ اور محسن کائنات ﷺ نے بڑے اہتمام سے عطا فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ اس پانی سے کیا ہو جائے گا وہیں کسی جگہ سے پانی لے کر دھو لینا بلکہ تبرک کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لیۓ فرمایا گرمی سے اگر یہ خشک بھی ہو جائے تو اس میں اور پانی ملا لینا اس کی افادیت اور تاثیر میں کمی نہیں آئے گی یہ وضو کا پانی دوسرے پانی کو بھی

متبرک بنادے گا۔

یہ احادیث اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ تبرکات میں فیض رسانی کی قوت ہوتی ہے ان کی برکت و تاثیر میں کمی بھی نہیں آتی اور بوقت ضرورت انہیں کسی مہم کے لیۓ استعمال کرنے میں بھی حرج نہیں یہ رحمت و برکت کو کھینچ کرلاتے ہیں اور آفات و بلیات کو دور بھگاتے ہیں۔

چند حکایات و واقعات

افضل وسیلہ

قرآن کریم نے بتایا ہے

آسمانی انقلاب کی آمد نے ہر طرف تہلکہ مچا دیا تھا نظر نہ آنے والی مخلوق بھی اس کے حیرت انگیز اور زبردست اثرات واضح طور پر محسوس کر رہی تھی اور زمین سے آسمان اور دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اس کی صفوں میں افراتفری بپا تھی اور زبردست کھلبلی مچی ہوئی تھی اور وہ ان دیکھے انقلاب کی وسعت و نتیجہ خیزی کو حیرت و استعجاب اور خوف و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

جنات دہائی دیتے پھر رہے تھے کہ اس عجیب و عظیم اور ہمہ گیر انقلاب کے

سرچشمے کا کھوج لگاؤ تاکہ یقینی بات پلے پڑے اور پتہ چلے کہ زمین والے کسی پر امن اور خیر و برکت کے سایے تلے آرہے ہیں یا کسی ہولناک انجام کے آتشیں دہانے پر کھڑے کر دیئے گئے ہیں .... اور پھر جب انہیں پتہ چل گیا کہ یہ کوئی ہلاکت بداماں تباہی انگیز اور خونی انقلاب نہیں بلکہ شر و فساد کی طاغوطی و سرکش قوموں کے خلاف سراپا خیر و برکت راحت بداماں فکری و روحانی انقلاب ہے تو وہ اسے بدل و جاں قبول کرنے کے لیئے تیار ہو گئے اور اپنے شناساؤں اور دوستوں کے پاس بھی اس کے دائرہ امن و عافیت میں آنے اور مومن انقلابی بننے کا پیغام رحمت لے کر پہنچ گئے اور کہا

اجیبوادامی اللّٰہ وامنو بہ یغفرلکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم

اللہ کریم کی طرف بلانے والے کی بات مانو اور اس پر ایمان لے آؤ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں لے لے گا

حضرت سواد بن قارب کاہن تھے اور عام لوگوں کی طرح ان کے پاس بھی ایک جن آتا رہتا تھا ان ہی دنوں کی بات ہے کہ جب ایک شب وہ ان کے پاس آیا اور دیرینہ تعلقات کی بنا پر انہیں اس انقلاب کی خبر دی مگر ان پر کچھ غنودگی اور سستی طاری تھی کہ لیٹے ہی رہے اور اس کی بات کی طرف توجہ نہ دی دوسری رات وہ پھر آیا اور جھنجھوڑا کر بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا غفلت کی نیند سے جاگو اور سعادت کے نیر تاباں کی تنویروں سے اپنے سینے کو منور

کرنے کے لیئے تیار ہو جاؤ یہ سونے کا وقت نہیں ہے بلکہ جاگنے اور قسمت جگانے کا وقت ہے یہ موقعہ پھر نہیں آئے گا اسے غنیمت جانو اور ہاتھ سے نہ جانے دو۔

مگر ان پر اس رات بھی کوئی اثر نہ ہوا۔

تیسری رات وہ پھر آیا اور بولا اگر تمہاری عقل و شعور کی قوتیں بالکل مفلوج اور سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں بالکل ناکارہ نہیں ہو گئیں تو ہوش میں آؤ اور فوراً مکہ مکرمہ پہنچو۔ آل ہاشم سے ایک عظیم نبی معبوث ہوئے ہیں جو توحید کی دعوت دے رہے ہیں ان کی آواز پر لبیک کہو اور ان پر ایمان لے لاؤ۔

مسلسل فہمائش و نصیحت اور پیہم اصرار نے ان کی توجہ اس نقطے پر مرکوز کر دی اور اس نئے موضوع کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر دیا دل میں اس کی طلب کی جوت جگا دی سرگرمی تو نہ دکھائی تاہم دل ادھر مائل ہو گیا اور ذھن نے غیر شعوری طور پر یہ تاثر قبول کر لیا کہ آنے والے سچے سچے اور تجلی آن بان کے مالک ہیں اور سچائی کی قدرتوں کے علم بردار ہیں تبھی تو اتنی دھوم مچی ہوئی ہے اور نادیدہ جہانوں میں ایک ہنگامہ بپا ہے

انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اسلام اور محبوب کریم ﷺ کے بارے میں ادھر ادھر سے معلومات فراہم کیں تعلیمات و حالات سن کر ان کا دل مطمئن ہو گیا چنانچہ اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ مسلمان ہو جائیں گے پھر انہوں نے جان کائنات ﷺ کی شان میں ایک نعت و منقبت لکھی اور اپنی سوچ معلومات

اور ذوق کے مطابق جو کچھ نظم کر سکتے تھے وہ بڑے پیار اور رغبت سے نظم کیا اور پھر یہ منظوم تحفہ لے کر محبوب کریم ﷺ کے دربار میں حاضر ہو گئے وہاں پہنچتے ہی انہوں نے وہ نعت پڑھ دینا چاہی مگر جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا راحت جاں ﷺ کے قریب پہنچ کر پڑھو چنانچہ یہ راحت دو جہاں ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے

آپ ﷺ نے فرمایا اپنے تاثرات و خیالات کے اظہار کے لیئے تم نے جو کچھ نظم کیا ہے وہ سناؤ۔ حضرت سواد بن قارب نے اس وقت سے اپنی بات کا آغاز کیا جب ان کے پاس جن آیا کرتا تھا پھر شان رسالت کی انفرادیت و عظمت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور آخر میں آپ کے افضل وسیلہ ہونے پر بات ختم کی۔

اتانی نجی بین ھدء ورقدہ

ولم یک فیما تد بلوت بکاذب

جب نیم خوابی کا عالم تھا تو میرا جن میرے پاس آیا اور جیسا کہ میں نے آزمایا وہ اپنے بیان میں جھوٹا نہیں تھا

ثلاث لیال کلھن یقول لی

اتاک رسول من لوی بن غالب

متواتر تین راتیں میرے پاس آکر کہتا رہا آل ہاشم سے ایک عظیم رسول تمہارے پاس آئے ہیں۔

یہ خوشخبری سن کر میرا اشتیاق بڑھ گیا۔ چنانچہ میں نے کمر ہمت باندھی تیاری کی اور ایک طاقتور اونٹنی پر سوار ہو کر میدانی راستے طے کرتا ہوا آپ تک پہنچ گیا ہوں پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ جو غیبی امور بیان کرتے ہیں وہ سب سچے اور حقیقت پر مبنی ہیں' ان میں کوئی بات غلط نہیں اور آپ پر اترنے والی وحی کے راستے بالکل محفوظ اور شیطانی طاقتوں کی شرارتوں اور فریب کاریوں سے بالکل مامون ہیں

و انک اولی المرسلین وسیلة

الی اللہ یا ابن الا کرمین الاطائب

اے میرے آقا! اے بزرگ ترین اور پاک باز آباء واجداد کے عظیم فرزند! میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام رسولوں سے زیادہ آپ کا وسیلہ افضل و اعلےٰ اور بہتر و اولیٰ ہے پس آپ ہمیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرماتے رہیں

وکن لی شفیعا یوم لا ذوشفاعة

سواک بمغن عن سواد بن قارب

اور اس روز نازک ترین گھڑی میں میری شفاعت فرمائیں جس روز آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا اور سواد بن قارب کا مددگار اور اس کو فائدہ پہنچانے والا نہیں ہو گا۔

راحت دو جہاں ﷺ سواد بن قارب کی نعت گوئی اسلام کے بارے

میں پہلے سے حاصل کردہ معلومات اور اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے دوسری طرف اپنے محبوب نبی کی حقیقت پر مبنی تعریف سن کر مسلمانوں کے چہرے بھی کھل اٹھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک دفعہ یہی واقعہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ بن قارب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا تو بے قرار ہو گئے اور بے ساختہ کھڑے ہو کر حضرت سواد کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا ہمیں تم سے یہی کچھ سننے کی آرزو تھی۔ (مجمع الزوائد ۸۔ ۲۵۰)

اس واقعہ میں خصوصی طور پر قابل ذکر اور غور طلب صراحت یہ ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم ترین اور سب سے اعلیٰ وارفع وسیلہ قرار دیا اور یہ بتایا کہ شفاعت کرنے والے تو اور بھی ہونگے مگر جو شان و شوکت آپ کی شفاعت کی ہو گی اس کی بات ہی نرالی ہے اس لیئے انہوں نے آخر میں التجا کی کہ اپنی شفاعت کے سرچشمہ سے سواد بن قارب کو محروم نہ رکھیں اور اس وقت اپنے دامن کرم میں لے لیں جب کسی اور کو دم مارنے کی جرات نہیں ہو گی۔

اس واقعہ میں شفاعت فیض رسانی اور وسیلہ تینوں کا ذکر ہے اور سب کچھ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا گیا ہے اگر یہ بیان خلاف واقعہ اور من گھڑت ہوتا تو آپ ضرور روک دیتے۔ آپ کا خاموشی اختیار فرمانا ہی اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

نبی کی دعا سے شفا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تلاش حق میں بے حد و حساب تکلیفیں اٹھائیں۔ جسمانی اذیتیں برداشت کیں اور ذہنی صدمات سے مگر انجام کار اپنی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ایک دفعہ اپنی زندگی کی یہ ہوش ربا حوصلہ بخش اور ایمان افروز داستان آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سنائی جس کی تفصیلات ان ہی کی زبان میں کچھ یوں ہیں۔

میں اصفہان کا باشندہ ہوں۔ میرا باپ مذہبی پیشوا اور ایک آتشکدے کا مہتمم اعلیٰ تھا مجوسی لوگ ہمیں بے حد احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ایک دفعہ باپ نے کہا میں یہاں مصروف ہوں اپنی جاگیر کی نگرانی بھی ضروری ہے اس لئے میری بجائے آج تم وہاں چکر لگا آؤ مگر شام تک لوٹ آنا ورنہ میرا دل اداس اور پریشان ہو جائے گا۔

میں اپنی زمین کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ ایک جگہ نصاریٰ کو عبادت کرتے دیکھا مجھے یہ منظر اتنا بھلا لگا کہ میں وہیں بیٹھ گیا اور شام تک انہی کے ساتھ تبادلہ خیالات کرتا رہا۔ جب شام کو واپس آیا تو دیکھا باپ از حد پریشان بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھ کر بولا تمہیں جلد لوٹنے کی تاکید کی تھی مگر تم نے پھر بھی اتنی دیر لگا دی؟

میں نے جواب دیا نصاریٰ کے گرجے میں چلا گیا تھا مجھے ان کی عبادت کا

انداز بہت پسند آیا ہے ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے

باپ بولا تمہارا خیال غلط ہے ہمارا دین ان کے دین سے بہتر اور سچا ہے میں اپنی بات پر قائم رہا باپ نے میرا ذھن میلان دوسرے دین کی طرف دیکھ کر مجھے قید کر دیا اور پاؤں میں لوہے کی زنجیر ڈال دی دن بیتتے رہے میں نے ملک شام پہنچ کر دین نصاریٰ اختیار کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ پادری نے مجھے بتا دیا تھا کہ دین نصاریٰ کا مرکز ملک شام ہے۔ میں نے اسے خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر کوئی قافلہ ملک شام جانے والا ہو تو مجھے مطلع کر دے میں اس کے ساتھ وہاں چلا جاؤں گا۔

آخر بات بن گئی اور میں ایک قافلے کے ہمراہ وہاں پہنچ گیا اصفہان کے پادری نے مجھے شام کے پادری کا مکمل پتہ بتایا تو تھا میں سیدھا اسی کے پاس پہنچا اور اپنا مدعا بیان کیا وہ بہت خوش ہوا اور مجھے اپنے پاس ٹھہرا لیا۔

میں شب و روز اس کے پاس رہنے اور دین سیکھنے لگا اس دوران مجھ پر یہ راز کھلا کہ یہ پاردی اچھا انسان نہیں ہے بلکہ خائن و بد دیانت ہے لوگ اس کے پاس غرباء میں تقسیم کرنے کے لیئے جو صدقات بھیجتے ہیں یہ انہیں خرد برد کر لیتا ہے مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ اس نے اس طرح سونے کی اشرفیوں سے بھرے ہوئے سات گھڑے جمع کر لیئے ہیں۔

اس کا آخری وقت آیا اور وہ مر گیا تو لوگ اسے نہایت احترام سے دفنانے کے لیئے جمع ہوئے میں نے انہیں تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور گھڑوں کی نشاندہی بھی کر دی۔ وہ حد سے زیادہ مشتعل ہو گئے اور اس کے مردہ جسم کو سولی

پر لٹکا دیا

اس کی جگہ ایک اور پادری آیا یہ بے حد شریف النفس اور پاک باز انسان تھا میں نے اس کی بھی دل و جان سے خدمت کی اور اصفہان سے یہاں آنے کا مدعا بیان کیا اس نے کہا تم موصل چلے جاؤ وہاں کا پادری بہت بڑا عالم اور راہ شناس ہے تمہاری بہتر راہ نمائی کرے گا۔

میں ملک شام سے روانہ ہو کر موصل پہنچا اور اس نیک پادری کی صحبت سے فیوض و برکات حاصل کرنے لگا اس نے میرے جذبہ صادق کی بے حد قدر کی اور آخر مجھے **نصیبین** پہنچنے کا مشورہ دیا۔ میں یہاں پہنچا تو کچھ عرصہ بعد یہاں کے پادری نے مجھے عموریہ جانے کا حکم دیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا حق کے چراغ تیزی سے بجھ رہے ہیں۔ جس کامل و قدسی نہاد انسان کے پاس پہنچتا اور امید بندھتی کہ اس سے کچھ ملے گا وہی کچھ عرصہ بعد اس دنیا سے رخصت ہو جاتا۔

عموریہ پہنچ کر میں نے کچھ گائیں اور بکریاں بھی پال لیں تاکہ آسانی سے گذر بسر ہوتی رہے یہاں بھی پہلے جیسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ اس بزرگ پادری کا بھی آخری وقت آگیا میں در در کی خاک چھان کر تنگ آگیا تھا درد دل بیان کر کے اگلی منزل کا نشان طلب کیا اس پادری نے ازراہ شفقت ایک بڑے راز سے پردہ اٹھایا کہ شام کے فلاں فلاں پہاڑ پر چلے جاؤ وہاں ہر سال ایک عظیم بزرگ چاندنی رات میں نمودار ہوتے ہیں اور ایک پہاڑی سے دوسری

پہاڑی پر جا کر غائب ہو جاتے ہیں

یتعرضه الناس یداوی

الاسقام یدعولهم فیشفون

لوگ ان کے سامنے جاتے ہیں وہ امراض کی دوا اور ان کے لیئے دعا کرتے ہیں چنانچہ انہیں شفا نصیب ہو جاتی ہے

وہاں جا کر ان سے مدد طلب کرو وہ تمہاری خاص رہنمائی فرمائیں گے

میں ان پہاڑوں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو معین تاریخ آئی تو مجھے احساس ہوا یہاں کے لوگ اس بزرگ کی بزرگی موجودگی اور مقبولیت سے پہلے ہی واقف ہیں کیونکہ وہ انبوہ در انبوہ وہاں پہنچے ہوئے تھے۔

وہ قدسی صفات اور فرشتہ خصلت بزرگ اپنے وقت پر پہاڑی سے باہر تشریف لائے دردو آلام کے مارے ہوئے مریض ان کے قدموں پر ڈھیر ہو گئے دوسری پہاڑی تک سارا راستہ ان سے بھر گیا۔

وہ بزرگ دست شفا بخش پھیرتے اور دعائیں دیتے آگے بڑھتے رہے تا آنکہ دوسری پہاڑی کے دہانے تک پہنچ گیئے اب یہ ان کے غائب ہونے کا وقت تھا میں ہمت کر کے آگے بڑھا اور انہیں شانوں سے پکڑ لیا۔ انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر پوچھا کیا بات ہے ؟

میں نے کہا **اسالک عن دین ابراہیم الحنیفه**

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کی تلاش میں ہوں وہ مجھے کہیں

سے مل سکتا ہے؟

وہ بولے **انک تسال عن شیی ما یسال عنه الناس الیوم قد اظلک نبی یخرج من عند البیت یاتی بهذا الدین الذی تسال عنه فالحق به**

صرف تو نے ہی یہ سوال پوچھا ہے جو آج کسی کی زبان پر نہیں بیت اللہ کے قریب آخر الزماں نبی کے ظہور کا زمانہ آ پہنچا ہے وہ اس دین کے مبلغ و داعی ہوں گے وہاں چلا جا۔

میرے لیئے یہ بات بشارت عظمیٰ سے کم نہیں تھی اسی وقت مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ وہاں اترا ہوا تھا اس سے رابطہ قائم کیا اور پیش کش کی کہ میری تمام بکریاں اور گائیں لے لو اور مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ وہ مان گئے اور واپسی کے وقت مجھے کاروان عرب کے ساتھ شریک کر لیا

جب ہم وادی القریٰ پہنچے تو ان بے دردوں نے مجھے غلام ظاہر کر کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا میں بہت تلملایا مگر کوئی پیش نہ گئی صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اس لیئے ایک غلام کی حیثیت سے زندگی گزارنے لگا۔

مدینہ طیبہ کا رہنے والا قبیلہ بنو **قریظہ** کا ایک یہودی وادی القریٰ آیا اس نے مجھے خریدا اور اپنے ساتھ مدینہ طیبہ لے آیا میں نے جب نخلستان مدینہ کے لا بتین اور پتھریلے میدان دیکھے تو خوشی کی انتہا نہ رہی قدرت از خود حالات ساز

کار بنا رہی تھی مجھے صاف پتہ چل گیا حق کا نشان نبی آخر الزمان ہجرت کر کے یہیں تشریف لائیں گے۔

وقت گزرتا رہا بالآخر وہ ساعت سعید آ گئی جس کی خاطر میں نے اتنی صعوبتیں برداشت کی تھیں ایک روز درخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی شخص میرے یہودی مالک کے پاس آ کر گویا ہوا۔

ابھی پتہ چلا ہے کہ لوگ محلّہ بنی عمرو بن عوف جمع ہو رہے ہیں کیونکہ کہ مکہ مکرمہ سے کوئی بزرگ تشریف لائے ہیں جو نبی ہونے کے دعویدار ہیں لوگ ٹوٹ کر ان کی زیارت کے لیئے جا رہے ہیں۔

یہ بات سن کر میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی سارا بدن پسینے سے شرابور ہو گیا ایسا خود رفتہ ہوا کہ قریب تھا درخت سے گر جاؤں تیزی سے نیچے اترا اور بے خودی کے عالم میں اس آدمی سے پوچھا وہ کون بزرگ ہیں کیا کہتے ہیں؟ میری بدحواسی اور بے قراری دیکھ کر مالک کو بہت غصہ آیا اس نے دو ایک طمانچے جڑ دیئے اور بولا

ایک غلام ہو کر ایسی دلچسپی لے رہے ہو! تمہیں ان باتوں سے کیا سرو کار؟ جاؤ اپنا کام کرو۔

مجھے فوراً اپنی غلطی اور اضطراری حالت کا احساس ہوا اس وقت اپنے کام میں گیا تاکہ مالک کو کسی قسم کا شک نہ ہو اور دل میں سوچ لیا کہ شام وہاں جاؤں گا۔ پادری نے مجھے پہلے ہی بتایا ہوا تھا آنے والے نبی کی یہ علامت ہے کہ وہ

صدقات کی چیزیں تناول نہیں فرماتے البتہ ہدیے کی چیزیں لے لیتے ہیں اور ان کے کاندھوں کے درمیان مہر نبوت بھی ہے۔

میں نے شام کے کچھ وقت کھانے کی چیزیں لیں اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا حضور ستاروں میں درخشاں چاند کی طرح چمک رہے تھے میں نے وہ چیزیں خدمت اقدس میں پیش کیں اور کہا۔

یا رسول اللہ! میں اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کی یہ چند چیزیں لایا ہوں انہیں قبول فرمائیں

آپ نے پاس بیٹھے ہوئے مساکین کو حکم دیا وہ لے لیں اور کھالیں۔

پہلی شرط پوری ہو گئی چند روز بعد میں پھر حاضر ہوا اور کچھ اشیاء پیش کر کے عرض کی یارسول اللہ! ہدیہ قبول فرمایئے

آپ نے اس میں سے خود بھی کچھ چیزیں تناول فرمائیں دوسری شرط بھی پوری ہو گئی ایک روز آپ بقیع غرقد میں ایک جنازے پر تشریف لائے آپ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی میں سلام کر کے پیچھے کی طرف آگیا نگاہ نبوت نے بھانپ لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں آپ نے مہربانی فرمائی

فالقاه عن ظهره فنظرت الى خاتم النبوة كما وصف لى صاحبى قال فاكببت عليه اقبل الخاتم من ظهره وابكى

اور پشت مبارک سے چادر ہٹادی میں نے مہر نبوت دیکھی

میرے پادری دوست نے اس کی جو صورت اور کیفیت بیان کی تھی وہ بالکل

ویسی ہی تھی۔ میں جھکا اور محبت سے بوسا دیا میری آنکھوں سے بے تحاشا آنسو جاری تھے پھر میں نے ساری داستان غم بیان کی آپ میری دکھ بھری داستان کی تفصیلات سن کر بہت متاثر ہوئے یہودی کی غلامی میرے لیئے ایک مسئلہ تھی میں اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق دربار رسالت میں حاضری نہیں دے سکتا تھا مالک کائنات ﷺ نے حکم دیا یہودی کو رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لو۔

جب یہودی سے بات کی تو اس نے کہا

تین سو کھجوریں اور چالیس اوقیہ چاندی یا اتنی مالیت کا سونا لوں گا

یہ بہت گراں مطالبہ تھا مگر مہربان آقا ﷺ نے فرمایا

"تین سو گڑھے کھودو ہم خود پودے لگائیں گے"

آپ نے کرم فرمایا اپنے دست مبارک سے پودے لگائے وہ تمام اگ آئے ایک پودا میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا' وہ نہ اگا پھر ایک شخص نے سونے کی ایک ڈلی پیش کی آپ نے فرمایا سلمان کو بلاؤ۔ میں حاضر ہوا فرمایا

یہ ڈلی لے جاؤ اور اپنے مالک کو سونا بھی وزن کر کے دے دو میں نے عرض کی حضور یہ تھوڑا سا ہے اور اس کا مطالبہ زیادہ کا ہے آپ نے وہ ڈلی زبان مبارک پر رکھی اسے پھیرا اور فرمایا جاؤ اپنا قرض ادا کر دو

اس ڈلی میں اتنی برکت پیدا ہو گئی کہ یہودی کا مطالبہ پورا ہو گیا اس طرح محبوب مکرم ﷺ کی برکت اور نگاہ کرم سے میں آزاد ہو گیا

ایک دفعہ جب میں نے راحت جاں ﷺ کو پہاڑی والے بزرگ کا

واقعہ سنایا کہ مریض لوگ ان سے دعا کراتے اور فیض یاب ہوتے تھے تو آپ نے فرمایا

لئن صدقتنی یا سلمان

لقد رایت عیسی ابن مریم

اے سلمان ! اگر تمہارا بیان سچا ہے تو یقین کرو تم نے عیسیٰ ابن مریم کی زیارت کی ہے (طبقات ابن سعد ۴، ۷۵)

ماں کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

ہم مسجد نبوی کے چبوترے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے اتنے میں ایک نابینا بڑھیا آئی جس کی رہنمائی اس کا نو عمر لڑکا کر رہا تھا وہ اس وقت مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آرہی تھی سب نے اسے مرحبا کہا اور ایک جگہ ٹھہرایا تاکہ اسے بیگانگی کا احساس نہ ہو اور وہ یہی سمجھے کہ اپنوں میں آئی ہے کسی غیر جگہ نہیں بڑی مخلص پاک نہاد اور مقبول خاتون تھی ہر وقت ذکر و عبادت میں مصروف رہتی اس کے بیٹے کو یہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور وہ دو تین دن بیمار رہ کر چل بسا محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور فرمایا۔ اس کی ماں کو مطلع کر دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ گئے اور اس کی ماں کو بتایا کہ تمہارا بیٹا فوت ہو گیا ہے وہ یہ سن کر سکتے میں آ گئی لکڑی کا سہارا لے کر اٹھی اور حضرت انس

رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے بیٹے کے پاؤں کی طرف آ کر بیٹھ گئی پھر بولی

کیا میرا بیٹا مر گیا ہے؟ سب نے جواب دیا ہاں

عورت نے اپنے بیٹے کے پاؤں پکڑ لیئے اور یوں دعا کی

اللهم انک تعلم انی اسلمت الیک طوعا و خلعت الاوثان زهدا وخرجت الیک رغبة اللهم لا تشمت بی عبده الاوثان ولا تحملنی فی هذه المصیبة مالا طاقة لی بحمله

(اے اللہ! تو جانتا ہے میں اپنی مرضی سے اسلام لائی ہوں اور بتوں سے متنفر ہو کر انہیں چھوڑا ہے اور برضا و رغبت ہجرت کی ہے اے اللہ! بت پرستوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے اور مجھ پر وہ مصیبت نہ ڈال جسے برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت و قوت نہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ماں کی دعا ختم ہونے کی دیر تھی کہ وہ لڑکا اٹھ کر بیٹھ گیا اور عرصہ دراز تک زندہ رہا اور اپنی ماں کے بعد فوت ہوا۔ (**حجة اللّٰه علی العالمین جمال الاولیاء**)

محبت کی قسم

بصرہ شدید قحط کی لپیٹ میں آ گیا بقول بلبل شیراز کہ کردند یاراں فراموش کرد ند عشق (یاروں نے عشق فراموش کر دیا) لوگ پانی کی ایک ایک بوند کو ترس

گئے اور حسرت بھری نگاہوں سے آسمان کو دیکھنے لگے مگر اپنی آس کا سامان اور امید کا نشان نہ پاکر ہر بار مایوس ہوئے بادل کا کوئی بھولا بھٹکا ٹکڑا بھی نظر نہ آیا جو فضا کے دوش پر تیرتا ہوا ان کے آس بندھاتا اور دل کو تسلی دیتا۔ وہ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے۔

ہر روز آڑی ترچھی کرنوں کی تمازت اور چل چلاتی دھوپ کے غضبناک تیور دیکھ کر وہ سہم جاتے اور نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے جیسے سکت کھو بیٹھے ہوں اور مزید برداشت کی تاب و تواں نہ رکھتے ہوں۔

بزرگ ترین ولی اور مقبول بارگاہ الٰہی حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں

صورت حال سے پریشاں ہو کر عوام نے عید گاہ پہنچ کر نماز استسقاء کا پروگرام بنایا ثابت بنانی عطا سلمی یحییٰ بکا عتبہ غلام اور حبیب فارسی جیسے اکابرین اور مقبول ترین حضرات اکٹھے ہو گئے سب نے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی بارگاہ خداوندی میں گڑگڑائے مگر قبولیت کے کچھ آثار ظاہر نہ ہوئے۔

دینی مکاتب میں پہنچ کر بچوں کو دعا کے لیئے کہا مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا پہلے تو لوگ مایوس تھے پھر حیرت زدہ بھی ہو گئے اتنے لوگوں اور بچوں کی دعا کی عدم قبولیت کا سبب ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا تمام اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ' ثابت بنانی کے سوا اور کوئی نہ رہا ہم دونوں اتنے دل گرفتہ اور ملعول تھے کہ واپس جانے کا خیال دل سے نکل گیا۔ جب رات کے سائے گہرے ہونے لگے تو ہم

نے ایک نوجوان کو دیکھا جس کی ظاہری حالت بڑی خستہ اور رنگت کلی تھی دبلا پتلا جسم چیتھڑوں میں لپٹا ہوا تھا جسمانی صحت بھی قابل رشک نہ تھی اور وہ مکمل طور پر ایک نادار و مسکین انسان نظر آ رہا تھا۔ اس کے باوجود اس کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر غضب کی جاذبیت تھی اور وہ اس خستہ حالت میں بھی بڑی وجاہت کا مالک نظر آ رہا تھا جیسے کسی نورانی اقلیم کا شہزادہ اور نادید جہانوں کا راجدار ہو۔

ہم اس عجیب و غریب کیفیات کے حامل نوجوان کو دیکھ کر دنگ رہ گئے اس نے ہماری طرف کوئی توجہ نہ دی چپکے سے دو رکعتیں ادا کیں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔

الهی و سیدی مولائی ! الهی کم ترد عبادکانفد ماعندک ام تقص ما فی خزائنک اقسمت علیک بحبک لی الا ماسقیتنا غیثک الساعة

(اے میرے خدا سید اور مالک ! کب تک اپنے بندوں کو محروم لوٹائے گا اور ان کی فریاد کو شرف قبولیت نہیں بخشے گا ؟ کیا جو کچھ تیرے پاس ہے وہ خرچ ہو گیا ہے یا تیرے خزانے کم ہو گئے ہیں ؟ میں تجھے اس محبت کی قسم دیتا ہوں جو تجھے میرے ساتھ ہے اس کے وسیلے سے انہیں بارش عطا فرما)

اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ آسمان یک دم ابر آلود ہو گیا بادل جھوم کر آ گئے اور ہر طرف گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور چھماچھم بارش

ہونے لگی یہ سب کچھ ہمیں غرق حیرت کرنے کے لیئے کافی تھا۔

میں نے ثابت سے کہا آج ایک سیاہ نوجوان سب پر بازی لے گیا ہے

ہم دونوں اس کی طرف بڑھے میں نے کہا

آپ کی دعاؤں کا انداز قابل اعتراض ہے آپ نے اس محبت کا وسیلہ پیش کیا ہے جو خدا کو آپ کے ساتھ ہے اس عظیم دعویٰ کا کیا ثبوت ہے آپ کو کیا معلوم کہ اسے آپ کے ساتھ محبت ہے بھی یا کہ نہیں

نوجوان نے اس سوال پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا جائیں اپنا کام کریں جس شخص نے اپنی ہستی کو مٹایا نہ ہو وہ اس سربستہ راز کو کیا سمجھ سکتا ہے ؟ راہ محبت میں اس کی محبت کے بغیر کوئی لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتا۔

میری طلب بھی ان کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

ہمیں یارائے جواب نہ رہا صاف نظر آ رہا تھا تیغ محبت کا کشتہ ہے اور میدان محبت میں بہت آگے بڑھا ہوا ہے ہم دم سادھ کر رہ گئے اور وہ نیازی سے ایک طرف چلا گیا

اس کی پر اسرار شخصیت دعا کی قبولیت معنی خیز گفتگو اور استغناء نے ہمارے دل میں تجسس کی جوت جگا دی ہم بھی اس کے تعاقب میں چل دیئے وہ غلاموں کی منڈی میں پہنچ گیا ہم نے مکان دیکھ لیا اور واپس آ گئے دوسرے روز اسی جگہ پہنچے اور بردہ فروش کے سامنے ایک غلام خریدنے کی خواہش ظاہر کی اس

نے حسین و جمیل چاق و چوبند اور تندرست و توانا غلاموں کے پرے باندھ دیئے لیکن اتنے ڈھیر سارے غلاموں میں وہ کہیں نظر نہ آیا ہم نا امید ہو کر واپس مڑے۔ اچانک ایک کمرے میں وہ نظر آ گیا نماز ادا کرنے میں مصروف تھا ہم خوش ہو گئے فردوس گم گشتہ کو پالیا تھا۔ بردہ فروش سے کہا ہمیں وہ غلام چاہئے

مالک نے اسے بلایا اور بولا میں آپ کے انتخاب پر حیران ہوں یہ غلام کسی کام کا نہیں اگر آپ اسے لینے پر مصر ہیں تو میں بے حد سستا دے دوں گا۔

ہم نے قیمت ادا کی اور اسے لے کر چلے آئے راستے میں اس نے پوچھا آپ نے مجھے کیوں خریدا ہے میں تو کسی خدمت کے قابل نہیں ہم نے کہا اے ہمارے آقا اور آنکھوں کی ٹھنڈک! ہم نے آپ کو خدمت لینے کے لیئے نہیں بلکہ خدمت کرنے کے لیئے خریدا ہے وہ حیران ہو کر بولا میں سمجھا نہیں۔

ہم نے جواب دیا کل عید گاہ میں آپ نے جو دعا کی تھی اس کی قبولیت نے ہمیں آپ کا گرویدہ کر دیا ہے پتہ چل گیا ہے آپ بے حد مقبول بارگاہ ہیں آپ کی خدمت ہمارے لیئے باعث سعادت ہے

وہ جیسے سناٹے میں آ گیا اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے پاس ہی ایک مسجد تھی وہ بولا اگر آپ اجازت دیں تو مسجد میں چلا جاؤں۔

وہ اندر جا کر سجدہ ریز ہو گیا اور محبت سے لبریز مترنم آواز میں دعا کی

الهی و سیدی ومولای سرکان بینی و بینک اطلعت علیه غیرک فکیف یطیب الان عیشی اقسمت علیک بک الاما

قبضتنی الیک الساعة

(اے میرے خدا سید اور مالک! میرے اور تیرے درمیان جو راز تھا تو نے اس پر غیر کو مطلع کر دیا ہے افشائے راز کے بعد اب بھلا میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں میں تجھے قسم دے کر عرض کرتا ہوں کہ ابھی میری جان قبض کر لے)

دیر تک اس نے سر نہ اٹھایا تو ہم آگے بڑھے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی اس میمون بخت کی یہ شان دیکھ کر ہماری عقیدت اور بڑھ گئی۔ اچانک ایک حسین ترین مہکتا ہوا نوجوان اندر داخل ہوا اس کے پاس کفن دفن کا ضروری سامان تھا ہمیں دے کر بولا۔

خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے ہمارے بھائی میمون کی بڑی عزت کی ہے۔

غیب سے سب سامان ہو گئے اور ہم نے اسے بڑے احترام سے دفن کر دیا حضرت امام مالک ارشاد فرماتے ہیں

فبقبره نستسقی الی الان ونطلب الحوائج من اللّٰه تعالٰی رحمة اللّٰه علیه

(پس ہم اللہ تعالیٰ سے اب بھی اس کی قبر کے وسیلے سے بارش اور حاجات طلب کرتے ہیں اللہ پاک اس پر رحمت فرمائے)

(المستطرف ۱۳۶۱

باب ۲۱ فی مناقب الصالحین وکرامات الاولیاء

بادشاہ کا راز

عہد قدیم کی بات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل میں ایک نوجوان عبادت و ریاضت کے حوالے سے بڑی شہرت رکھتا تھا لوگ اس کی شان صالحیت و تقویٰ کا بڑی عقیدت سے ذکر کرتے اور ادب سے نام لیتے وہ سب کی آنکھوں کا تارا اور ٹوٹے دلوں کا سہارا تھا

اس کی ریاضت رنگ لائی اور خلوص نیت نے اعجازی اثر دکھایا بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور اس کے سر پر سائباں کی طرح چھا گیا نوجوان نے اس سایہ گستر ابر پارے سے خاصی راحت محسوس کی جب وہ اپنی جگہ سے دوسری جانب روانہ ہوا تو بادل کا وہ ٹکڑا بھی اس کے ساتھ چل دیا اور بدستور سایہ کناں رہا اور یہ پھر معمول بن گیا۔ وہ نوجوان جدھر جاتا بادل بھی ادھر ہی چل دیتا۔ قدرت نے اس اعزازی نشان سے عام لوگوں کو بھی دکھا دیا کہ وہ بارگاہ خداوندی میں کتنا محبوب اور کس حد تک منظور نظر ہے اور پھر وہ صاحب السحابہ یعنی بادل والا نوجوان عابد کے لقب سے مشہور ہو گیا

زندگی اسی شان قدسیت اور ملکوتی آن بان سے گزرتی رہی اتفاقاً اس نوجوان سے کوئی لغزش سرزد ہوئی جو اس کی رفیع الشان اور مرتبہ و مقام سے فروتر تھی اسے تب احساس ہوا جب بادل کا ٹکڑا سر سے غائب ہو گیا یہ عتاب الٰہی اور ناراضگی کی طرف واضح اشارہ تھا اس اعزاز سے محرومی اور اس سے زیادہ محبوب کی ناخوشی کے تصور نے اسے بے قرار کر دیا اس کے دردمند دل کی دھڑکنیں

آہوں اس کی سوزاں آنکھیں بہتے آنسوؤں اور لمبی راتیں پر سوز دعاؤں کے لیئے وقف ہو گئیں بہت گریہ وزاری کی مگر پزیرائی نصیب نہ ہوئی بادل کا سلمان سلیہ فگن نہ ہوا۔ ایک رات خواب میں اشارہ ہوا فلاں ملک کا بادشاہ اگر تمہارے لیئے دعا کرے تو از سر نو وہ اعزازی نشان بخشا جا سکتا ہے نوجوان یہ بشارت پا کر بیدار ہوتے ہی اس ملک کی طرف روانہ ہو گیا منزل مقصود پر پہنچا تو اسے شاہی محل کی جستجو ہوئی وہ بھی مل گئی تو دروازے کی طرف بڑھا ایک بارعب گرانڈیل غلام زرو جواہر سے مرصع نہایت عالی شان تخت پر بیٹھا ہوا تھا وہ بادشا کے خاص ملازم کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ نوجوان آگے بڑھا تو اس نے کہا۔

تم اپنی ضرورت بیان کرو بادشاہ سلامت سے ملاقات مشکل ہے

نوجوان نے بتایا بات ہی کچھ ایسی ہے جو اس کے سوا کسی اور سے نہیں کہی جا سکتی غلام گویا ہوا اگر یہ بات ہے تو پھر تم جمعہ کو آؤ کیونکہ بادشاہ سلامت ہفتے میں صرف ایک دن کے لیئے عام عدالت لگاتے ہیں اور لوگوں کے فیصلے کرتے ہیں نوجوان واپس آگیا اور جمعہ کا انتظار کرنے لگا یہ اوقات اس نے عبادت میں گزارے جمعہ کے دن شاہی دربار میں پہنچا تو لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا وہ اپنی باری کا انتظار کرنے لگا دل میں حیران تھا کہ اسے ایک ایسے دنیا دار بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے جو آٹھ دن تک لوگوں سے ملتا ہی نہیں دروازے پر بارعب دربان بٹھائے ہوئے ہیں ظاہری ٹھاٹھ باٹھ سے کسی قابل ذکر خوبی کا اظہار نہیں ہو رہا اس نے اگر میرے حق میں دعا کر بھی دی تو وہ کیا قبول ہو گی۔

وہ اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ اس کی باری آگئی اسے دیکھ کر بادشاہ نے غیر

معمولی مسرت کا اظہار کیا اور بڑی خندہ پیشانی سے پیش آیا اور مسکرا کر بولا

مرحبا بصاحت السحابۃ اجلس حتی افرغ من حوائج الناس وانظر فی امرک

(ہم بادل والے نوجوان کو خوش آمدید کہتے ہیں یہاں تک بیٹھو یہاں تک کہ ہم لوگوں کو فارغ کر دیں پھر آپ کے معاملے پر غور کریں گے)

نوجوان سکتے میں آگیا ایسی ایمانی فراست اور اتنے کشف کا اسے وہم و گمان تک نہ تھا دل مطمئن ہو گیا اور ڈھارس بندھی کہ اسے غلط جگہ پر نہیں بھیجا گیا یہ شخص بادشاہ کے پردے میں کچھ اور ہے اور مایوس نہیں لوٹائیگا

دربار برخاست ہوا تو بادشاہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور محل میں لے گیا آگے ایک خوبصورت چوبیں دروازہ تھا اس کھولا اور دوسری طرف نکل گیا۔ نوجوان کا خیال تھا اندر سے یہ محل بڑا عالیشان اور دیدنی ہو گا مگر وہ یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ سامنے ایک بوسیدہ اور ٹیڑھی میڑھی دیوار کے دامن میں ایک جھونپڑا نما کمرہ ہے جس پر کھجور کی چھال کا دروازہ لگا ہوا ہے کمرے میں ایک پرانی سی دری بچھی ہے اور پاس ہی کھجور کی خشک چھال کا ڈھیر لگا ہوا ہے بادشاہ نے شاہی لباس اتار کر ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور بالوں سے بنی ہوئی ایک ٹوپی سر پر رکھ لی اور دری پر بیٹھ گیا۔

نوجوان کو غرق حیرت کرنے کے لیئے یہ سب کچھ کافی تھا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمام نشیب و فراز دیکھ رہا تھا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا آگے جو کچھ پیش آیا اس نے مزید حیران کر دیا

بادشاہ نے بلند آواز سے کسی کو پکارا۔ جواب میں لبیک کی صدا سنائی دی یہ نسوانی آواز تھی بادشاہ نے کہا پتہ ہے آج کی رات ہمارے ہاں کون مہمان ہے؟ جواب میں وہی آواز آئی جانتی ہوں بلبل والا نوجوان ہے۔

اب تو نوجوان کے لیئے یارائے ضبط نہ رہا صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا بادشاہ نے کہا نوجوان اگر چاہو تو ہم دعا کیئے دیتے ہیں تمہارا مطلب پورا ہو جائے گا اور اگر چاہو تو ہم اپنا حال بیان کیئے دیتے ہیں ہمیں کوئی عذر نہیں نوجوان نے جواب دیا مجھے تو اپنا سب کچھ بھول گیا ہے اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔

بادشاہ نے کہا میں اور میری بیوی اس خرابات میں رہتے ہیں وہ میری چچا زاد ہے اور عبادت و ریاضت میں میری ہم سفر ہے ہماری داستان یہ ہے کہ ہمارے آباء اجداد بادشاہ ہونے کے باوجود بڑے پاکباز و عبادت گذار تھے جب میری باری آئی تو میرا دل دنیا اور بادشاہت سے اچاٹ ہو چکا تھا میں نے چاہا کہ سلطنت چھوڑ دوں پھر خیال آیا کہ کوئی ظالم شخص قابض ہو گیا تو مخلوق خدا کو تنگ کرے گا یہ سوچ کر یہ منصب قبول کر لیا مگر اپنی زندگی کے لیئے ایک الگ لائحہ عمل بھی مرتب کر لیا شاہی محل اور اس کی شان و شوکت بدستور قائم رہنے دی بارعب غلاموں کا لشکر ہر طرف پھیلا دیا۔ ہر شعبہ زندگی کے لیئے وزراء اور ذمہ دارا اراکین مقرر کیئے اور نظام احتساب قائم کیا تاکہ کاروبار سلطنت میں کو خلل واقع نہ ہو اور لوگ امن و سکون کی زندگی بسر کرتے رہیں ۔

محل کے اندر میں نے یہ ویران جگہ بنالی تاکہ کسی کو میری فقیرانہ زندگی کا راز معلوم نہ ہو یہاں میں چٹائیاں بھی بنتا ہوں میرا ایک راز دار غلام بنی ہوئی

چٹائیاں بازار لے جا کر فروخت کر دیتا ہے اسی سے ہم اپنا گذارہ کرتے ہیں تم آج رات ہمارے پاس ٹھہرو! ابھی غلام آکر چٹائی لے جائے گا پھر ہم مل کر روزہ افطار کریں گے

غلام آکر چٹائی لے گیا اس کی آمدن سے اس نے کچھ خریدا اور کچھ چھال خرید کر لے آیا تاکہ بادشاہ اور چٹائی بنا سکے سب نے مل کر روزہ افطار کیا اس بے تکلف نورانی ماحول میں طبیعت پر جو کیفیت طاری ہوئی اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا آدھی رات کے قریب دونوں میاں بیوی اٹھ کھڑے ہوئے اور عبادت میں مصروف ہو گئے سحری کے وقت بادشاہ نے دعا کی

اللھم ان عبدک ھذا یطلب منک رد سحابک وانک قد دللتہ علینا اللھم اردوھا علیہ انک علی کل شیئی قدیر

(یا اللہ! تیرا یہ بندہ درخواست کرتا ہے کہ تو بادل کا سائبان دوبارہ اس کے سر پر تان دے اے مالک! خود تو نے اسے ہمارا راستہ دکھلایا ہے لہٰذا التجا قبول فرما اور اس کی آرزو پوری کر دے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے)

بادشاہ دعا کرتا رہا اور اس کی ملکہ آمین کہتی رہی اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور نوجوان پر سایہ فگن ہو گیا بادشاہ نے کہا مبارک ہو! خدا نے تیری مراد پوری کر دی ہے وہ نوجوان کہتا ہے

میں وہاں سے روانہ ہوا بادل معمول کے مطابق میرے اوپر سایہ گستر تھا میں بادشاہ اور ملکہ دونوں کی عظمت و مقبولیت کا قائل ہو گیا اس کے بعد جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی ہے میں ان دونوں کے باطنی اسرار کے وسیلے سے دعا کرتا

ہوں وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے اور اللہ کریم مجھے وہ چیز عطا فرما دیتے ہیں۔

(المستطرف ۱'۱۵۱)

نابینا کی امداد

حضرت ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالم اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں

میں نے خود کو دریائے نیل کے جزیرہ میں پایا اور یوں محسوس کیا جیسے ایک مگرمچھ حملہ آور ہونا چاہتا ہے میں بے حد خوفزدہ ہوا۔ اچانک ایک حسین ترین بزرگ دکھائی دیئے میرے دل نے کہا یہ راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

راحت جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی مصیبت آئے تو یوں کہا کرو

انا مستجیر بک یا رسول اللّٰہ

(یا رسول اللہ! میں آپ کی پناہ اور مدد چاہتا ہوں)

کچھ عرصہ کے بعد ایک نابینا شخص نے روضہ اطہر کی زیارت کے لیئے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کیا میں نے اسے بتایا راستے میں اگر کوئی مصیبت یا دشواری پیش آئے تو یوں عرض کرنا۔

انا مستجیر بک یا رسول اللّٰہ

اللہ کے فضل اور محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کرم اور وسیلے سے وہ مصیبت ٹل جائے گی۔

وہ نابینا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک جنگل میں پہنچ گیا کسی وجہ سے پانی نایاب ہو گیا بڑی دوڑ دھوپ اور محنت کی مگر دور دور تک پانی کا نشان نظر نہ آیا سب کی جان لبوں پر آ گئی نابینا شخص کا ساتھی بھی تلاش میں گیا ہوا تھا اسے اپنے دوست

کی بات یاد آگئی اس سے زیادہ مصیبت کا وقت کون سا ہو سکتا تھا اس نے فوراً بلند آواز سے کہنا شروع کردیا

انا مستجیر بک یا رسول اللہ

اچانک اس نے آواز سنی اے اللہ کے بندے اپنے مشکیزے میں پانی بھر لے پھر اس نے یوں محسوس کیا جیسے اس کے مشکیزے میں پانی بھرا جا رہا ہے بیاباں میں وہ پانی سے سیراب ہو گیا جہاں ایک بوند ملنی مشکل ہو گئی تھی۔

(حجتہ اللہ علی العالمین۔ ۷۹۴)

دربار رسالت میں شکایت

حضرت ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ اپنی عظیم تصنیف صواعق میں لکھتے ہیں بادشاہ نے ایک مظلوم و بے کس انسان شریف مرداح کی آنکھیں نکلوا دیں سلائیاں پھیرنے سے آنکھوں کا پانی بہہ گیا اور اندرونی حصہ زخمی ہو جانے کی وجہ سے دماغ بھی متورم ہو گیا پھر زخم خراب ہو جانے کے باعث بدبو بھی آنے لگی شریف مرداح کی زندگی اجیرن ہو گئی اس نے مدینہ طیبہ کے لیئے رخت سفر باندھا اور روضہ اطہر پر حاضر ہوا شاکی لہجے میں فریاد کناں ہوا کہ

آقا! (صلی اللہ علیہ وسلم) ظالموں نے بے وجہ میری آنکھیں نکال دی ہیں دماغ سج گیا ہے تکلیف حد سے بڑھ گئی ہے نگاہ کرم فرمائیں اور مشکل حل فرمائیں

فریاد کر کے وہیں منبر کے قریب بیٹھ گئے قسمت نے یاوری کی فریاد قبول ہوئی اور رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم دستگیری کے لیئے آ پہنچے دست شفا بخش آنکھوں پر رکھ دیئے جب آنکھیں کھلیں تو دونوں آنکھیں بینا تھیں اور زخم

ٹھیک اور درد وغیرہ کا نام و نشان تک نہ تھا شاداں فرحاں واپس آ گئے

بادشاہ کو پتہ چلا کہ شریف مرداح کی آنکھیں ٹھیک ٹھاک ہیں تو بہت بگڑا اور یہ گمان کیا کہ جلادوں نے اس کے ساتھ رعایت برتی ہے آنکھیں نہیں نکالیں اور اسے غلط اطلاع دے دی کہ نکال دی ہیں۔

معتبر لوگوں نے بتایا یہ گمان غلط ہے انہوں نے خود شریف مرداح کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کی آنکھیں نہیں تھیں صاف نظر آتا تھا کہ جلادوں نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیری ہیں۔ بادشاہ کو بتایا گیا اسے یہ آنکھیں دربار نبوی سے عطا ہوئی ہیں یہ شخص منظور نظر ہے اور جان کائنات ﷺ نے بطور خاص ان پر عنایت فرمائی ہے۔

جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ شریف مرداح مقبول و محبوب بارگاہ ہے اور براہ راست اس کی وہاں تک رسائی ہے تو ٹھنڈا ہو گیا اور شریف سے تعرض کرنا چھوڑ دیا کیونکہ اب اس کے لیئے ممکن ہی نہیں رہا تھا کہ نقصان پہنچائے اندیشہ تھا کہ ایسا کرنے سے خود اس کے لیئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور اسے لینے کے دینے پڑ جائیں گے

(ماخوذ)

توسل کے بارے میں

اکابرین امت کے نظریات و معمولات

یہ چند اوراق ان امور و مسائل کی وضاحت کے لیئے مختص ہیں

اللہ تعالیٰ کے محبوب و برگزیدہ بندے خاص حیثیت کے مالک ہوتے ہیں

بارگاہ الوہیت میں انہیں جو شان و عزت حاصل ہوتی ہے اور وہ جس طرح نوازے جاتے ہیں اس کے پیش نظر انہیں وسیلہ بنانا' ان کے مزارات پر حاضر ہو کر بارگاہ خداوندی میں دعائیں کرنا اور ان جگہوں کو دعا کی قبولیت کا مرکز سمجھنا' اور ان مدفون اللہ والوں سے دعا کی التجا کرنا' اور ان سے روحانی مدد کا خواستگار ہونا اور فیض باطنی کی درخواست کرنا۔

یہ تمام امور

امت کے قابل اعتماد اکابرین اور ثقہ علماء' اور مسلم حیثیت کے مالک اولیاء کرام کے معمولات کا حصہ رہے ہیں' ان امور کے بارے میں ان کے خیالات و نظریات وہی تھے جو آج بھی ملت کے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ

انہوں نے یہ تمام امور محض سطحی طور پر نہیں اپنا لیئے تھے اور کسی جذباتیت کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ ان کے پیچھے فکر و شعور کی پوری قوت کار فرما تھی اور ان کا گہرا تجربہ اور جذبہ عمل ان کا موید تھا۔ اس لیئے انہوں نے جو بات کی ہے وہ مستند بھی ہے اور تجربہ شدہ بھی جس وجہ سے وہ ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالا ہے اور امت کے سعادت مند افراد کے لیئے قوی دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

وسیلہ و استمداد کے جواز و امکان پر ایک نظر

علم و ولایت کے آسمان پر مہر و ماہ بن کر چمکنے والے ربانی علماء' روشن ضمیر

اولیاء ' اور سرمایہ فخرو نازش اکابرین امت نے دنیا سے رخصت ہو جانے والے جلیل القدر ' مقبول بار گاہ اللہ والوں کے مزارت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

خاص اہل اللہ کے مزارت ' انوار و برکات کا مرکز ہوتے ہیں یہاں رحمتوں کے خزانے بانٹے جاتے ہیں اور خالی ہاتھ آنے والے جھولیاں بھر کر واپس جاتے ہیں یہاں کی گئی دعائیں در اجابت تک پہنچتی ہیں اور آرزوئیں کامیابی کے ساتھ ہمکنار ہوتی ہیں۔ ان حضرات کو وسیلہ بنانا اپنے لیئے کامیابی کی بند راہیں کھولنے کے مترادف ہے ان کی عنایت و توجہ سعادتوں اور برکتوں کی ضامن ہے اور ان کی روحانی مدد مشکلات سے نجات کا ذریعہ ہے۔

یہ سب کچھ انہوں نے اس وقت کہا جب ہر چیز کا تجربہ اور مشاہدہ کر لیا ' اور یہ ثابت ہو گیا کہ یہ سب کچھ ممکن ہے۔

یہ امکان کیسے ثابت ہوا ' اس کی یقین افروز اور وجد آفرین داستان کچھ یوں ہے۔

اہل نظر بیان کرتے ہیں۔

اس دنیا میں آباد انسانوں میں جسمانی اور طبعی اعتبار سے جو اختلاف وتفاوت پایا جاتا ہے اسے ہم بخوبی محسوس کرتے ہیں یہ ظاہرو باطنی اختلافات انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کرتے ہیں۔

کچھ لوگ طبعی طور پر شریر بغاوت پسند نافرمان قانون شکن اور سرکش ہوتے ہیں وہ از خود ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اس طرح ان کا ایک حلقہ یاراں بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس کچھ لوگ بڑے پاک نہاد خوب سیرت

خوش خصال اطاعت پسند اور نیک طبع ہوتے ہیں دوسرے کو دکھ دینا فریب کاری سے مال ہتھیانا حقوق پامال کرنا اور کسی کی عزت پہ ہاتھ ڈالنا وغیرہ پسند نہیں کرتے بلکہ مخلوق خدا کو آرام پہنچا کر اور اس کی مدد کر کے خوش ہوتے ہیں ایسے سعید فطرت لوگوں کا بھی از خود ایک گروہ تیار ہو جاتا ہے اور وہ طبعی مناسبت کے سبب ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

ان اعلیٰ اوصاف کے حصول کے لیۓ بعض عالی حوصلہ حضرات باقاعدہ محنت اور ریاضت کرتے ہیں اور اسی انداز کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ ایثار و مروت خلوص و دیانت صبر و استقامت اور محبت و فدا کاری کی ایسی مثالیں قائم کرتے ہیں جو دیکھنے سننے والوں کو حیرت زدہ کر دیتی ہیں۔

عبادت و ریاضت خلوص و استقلال اور بے پناہ جذبہ خیر خواہی اور ایثار کی وجہ سے ان کی ذات سراپا نور اور مینارہ ہدایت بن جاتی ہے ایک دنیا ان سے فیض یاب ہونے کے لیۓ اُمڈ آتی ہے وہ معدن کرم، بحر سخا کان مروت اور سرچشمہ جودو عطا بن جاتے ہیں دل کھول کر مخلوق کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور کسی بھی قسم کی امداد سے پہلو تہی نہیں کرتے دنیا بھی بخشتے ہیں اور دین کے انمول موتی بھی زرو سیم کے انبار لٹاتے ہیں اور انوار و رحمت کے خزانے بھی خزف زیروں کے سائل بھی ان کے در دولت پر آتے اور مراد پاتے ہیں اور معارف کے سوداگر بھی ان کے دربار میں حاضری دیتے اور اسرار و رموز کے جواہر عالیہ سمیٹ کر لے جاتے ہیں۔

یہ عالی پایہ حضرات قدسی اور سعید ارواح کے مالک ہوتے ہیں دنیا سے الگ تھلگ اور دنیا والوں سے کنارہ کش ان عظیم حضرات سے کوئی دور بھی خالی نہیں رہا عادات واطور سے انہیں بخوبی سمجھا اور پہچانہ جا سکتا ہے ان کی ذات کی افادیت اتنی ہمہ گیر اور فیض رسانی کی بہار اتنی عام ہوتی ہے کہ یہ برتر لوگ دیدہ وروں سے مخفی نہیں رہ سکتے' اور پھول کی خوشبو کی طرح پہچان لیئے جاتے ہیں۔

انہوں نے جس طرح بندگی کا حق ادا کیا ہوتا ہے اس کی وجہ سے قدر افزائی کے طور پر مرنے کے بعد بھی ان کی شان افادیت اور فیض رسانی میں کمی نہیں آتی وہ بدستور مخلوق کے لیئے سرچشمہ جودو عطا اور بحر کرم ہی بنے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان بندہ نوازی یہ گوارا نہیں فرماتی کہ اس کے مخلص بندوں کا سلسلہ فیض منقطع ہو چنانچہ وہ جس طرح زندگی میں مخلوق کے لیئے مہربان و کریم تھے وصال کے بعد ویسے ہی رہتے ہیں اور مخلوق پر نگاہ عنایت رکھتے ہیں بلکہ ان کا کرم پہلے سے بھی سوا ہو جاتا ہے اور اپنے دربار میں آنے والوں کے حق میں اس طرح دعائیں کرتے اور نوازتے ہیں۔ جس طرح زندگی میں نوازا کرتے تھے مراد پانے والا محسوس طور پر جان لیتا ہے کہ اس معاملے میں اس اللہ کے بندے کی امداد شامل حال ہوئی ہے۔

اہل مشاہدہ علماء کرام فرماتے ہیں

دنیا میں اولیاء کرام کے مراکز حاجت مندوں کی امید گاہ اور مسکن ہوتے ہیں وہ یہاں آکر سکون اور مراد پاتے ہیں اور ہر قسم کے مفادات حاصل کرتے ہیں خدا کے نافرمانوں کی یہ حالت نہیں ہوتی کوئی ان کے عشرت کدوں کا طواف

نہیں کرتا اور نہ ہی وہ مخلوق کے کام آتے ہیں اس لیئے مرنے کے بعد ان کا نام مٹ جاتا ہے لیکن اہل اللہ کا نام زندہ اور کام جاری رہتا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ اندھا اور بینا' عارف اور جاہل فرمانبردار اور باغی دونوں برابر نہیں ہو سکتے

اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار مخلص بندے کی شان جودو عطا برقرار رکھتا ہے اس لیئے خاص بندے کا وصال کے بعد بھی سلسلہ فیض جاری رہتا ہے۔

اہل اللہ کی اس شان سے آگاہ ہونے کی وجہ سے تجربہ کار اور اہل مشاہدہ اکابرین امت نے ان قدسی صفات حضرات سے امداد حاصل کرنے اور ان کے حضور میں التجاء کرنے کے طریقے سکھائے ہیں اور اپنے تجربات بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی بتا دیا ہے ان کو وسیلہ بنانا ان سے دعا کرانا ان سے استمداد کرنا سعادت مندی کی علامت اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

ترتیب وار ان اکابرین کے نظریات و معمولات اور تجربات بیان کیئے جاتے ہیں۔

اکابرین امت کے نظریات وعقائد

☆ علامہ سید محمود آلوسیرحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

محقق برحق مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اہل اللہ کو وسیلہ بنانے اور ان سے روحانی مدد حاصل ہونے کے امکان و جواز پر بحث کرتے ہوئے سورہ النازعات کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں

قیل اقسام بالنفوس الحفارقة حال الفارقه لابدانها بالموت فانها تنزع عن الابدان غرقا العسر مفارقها ایاما حیث الفته وکان مطیة لها لا کتساب الخیر و مظنة لاز دیاده فتنشط سوقا الی عالم الملکوت و تسبح۔ فتسبق الی حظاہر القدس فتصیر لشرفها وقوتها من المدبرات ای ملحقة بالملکة او تصلح هی لان تکون مدبرة ولذاقیل اذا قحیرتم فی الامور فاستعینو من اصحب القبور ای اصحاب النفوس الفاضلة المتوفینْ ولا شک فی انه یحصل لزائرهم مدد روحانی ببر کتهم و کثیرا تنحل عقد الامور باناس التوسل الی اللّٰہ تعالٰی بحرمتهم

کہا گیا ہے اس سورت پاک کے ان ابتدائی جملوں میں موت کے وقت نیک لوگوں کی ارواح کی جسموں سے جدائی کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ارواح کی انہی مختلف کیفیات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔

یہ ارواح بدنوں سے کھینچ کر نکالی جاتی ہیں کیونکہ ان بدنوں کے ساتھ مانوس ہونے کی وجہ سے وہ جدا ہونا پسند نہیں کرتیں اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ نیکیاں کمانے کے لیئے بدن سواری کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی بدولت نیکیاں بڑھنے کا امکان وگمان زیادہ ہوتا ہے

پھر وہ ارواح عالم ملکوت کی طرف پرواز کرتی ہیں اور تیرے ہوئے حریم قدسی تک پہنچ جاتی ہیں اور اپنی شرافت و قوت کی وجہ سے کار کنان قضا و قدر کے ساتھ مل جاتی ہیں یعنی فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں یا انتظام و تصرف کی

صلاحیت حاصل کرلیتی ہیں اسی لئے کہا گیا ہے جب تمہیں مشکلات پیش آئیں تو اہل مزارات سے مدد طلب کیا کرو یعنی اللہ کے ان محبوب و مقبول بندوں سے جو نفوس قدسیہ کے مالک ہیں اور وصال فرما گئے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان کے مزارات پر حاضری دے اسے ان کی برکت سے روحانی مدد حاصل ہوتی ہے اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی حرمت کا وسیلہ پیش کرنے سے مشکلات کی گرہیں کھل جاتی ہیں

و قیل هی اقسام بالنفوس حال سلوکها وتطهیر ظاهر ها وبا طنها بالاجهاد فی العبارة والترقی فی المعارف الالهیه فتسبح فی مراتب الارتقاء فتسبق الی الکمالات حتی تصیر من المکملات للنفوس الناقصه(روح المعانی ۳۰ - ۲۴)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان جملوں میں ان پاک سرشت لوگوں کی قسم اٹھائی گئی ہے جو میدان سلوک میں قدم رکھتے ہیں اور عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معرفت خداوندی حاصل کرلیتے ہیں ان قدسی لوگوں پر ان جملوں کا انطباق یوں ہوگا کہ)

یہ حضرات خود کو نفسانی خواہشات سے روکتے ہوئے عالم قدس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے کمالات کی حدوں تک پہنچ جاتے ہیں تا آنکہ یہ ناقص و ناکارہ لوگوں کو کامل و کار آمد اور مقبول بنانے کے قابل بن جاتے ہیں۔

☆ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب کی شرح فتوح الغیب میں حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اولیائے کرام، جب بشریت کی تنگنائے سے گزر کر میدان معرفت میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں خصوصی عظمت و قوت عطا کر دی جاتی ہے۔ ظاہری اسباب کے بغیر ہی کئی امور ان سے سرزد ہوتے ہیں اور مرتبہ فنا و بقا پر پہنچ کر وہ اسم قدیر کی تجلی کے مظہر بن جاتے ہیں، جب کہ یہ شان عام مومنین کو جنت میں حاصل ہوگی۔

☆ علامہ ابن الحاج رحمتہ اللہ علیہ

حضرت علامہ ابن الحاج اپنی معرکتہ الآراء علمی تحقیق تصنیف المدخل میں ارشاد فرماتے ہیں

ویکثر التوسل بهم الی اللّٰه تعالٰی لانه سبحانه و تعالٰی اجباهم وشرفهم و کرمهم فکما نفع بهم فی الدنیا ففی الاخرة اکثر فمن اراد خاجة فلیذهب الیهم و یتوسل بهم فانهم الواسطة بین اللّٰه تعالٰی و خلقه وقد تقررفی الشرع و علم ما لللّٰه بهم من الاعتناء و ذلک کثیر مشهور وما زال الناس من العلماء الاکابرا عن کابر مشرقا و مغربا یتیر کون بزیارة قبور هم و

يجدون بركة ذلك حسا و معنى

اور سائل کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے محبوب ترین بندوں کا زیادہ سے زیادہ وسیلہ پیش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چنا ہے اور شرافت و عزت بخشی ہے پس جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع دیا ہے تو آخرت میں اس سے زیادہ نفع دے گا چنانچہ جس شخص کو ضرورت پیش آئے وہ ان کے پاس جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے کیونکہ یہ قدسی صفات لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں اور شریعت میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں بڑی ہی اہمیت حاصل ہے اور یہ حقیقت بہت ہی مشہور ہے۔

اور مشرق و مغرب کے علماء واکابرین نسل در نسل ان کی قبور اور مزارات سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں اور حسی و معنوی طریقے سے برکت پاتے رہے ہیں۔

☆ **ان زيارة قبور الصالحين محبوبه لاجل التبرك مع الا عتبار فان بركة الصالحين جاريه بعد مماتهم كما كانت فى حياتهم والدعاء عند قبور الصالحين والشفع بهم معمول به**

نیک حضرات کی قبور کی زیارت بہترین و پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس سے عبرت کے ساتھ برکت بھی حاصل ہوتی ہے اور صالحین کی برکت کا سلسلہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری ہے جس طرح ان کی زندگی میں تھا ان کی قبور پر حاضری دے کر دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا دین کے رہنما محقق علماء کے نزدیک جاری و ساری

عمل ہے

☆ **قال الامام انها بعد المفارقة قد تظهر لها اثار واحوال فی هذا العالم فقدیری المرء شیخه بعد موته فیر شده لما یهمه**

روح المعانی ۳۰۔۲۴)

امام نے فرمایا جسموں سے جدا ہو جانے کے بعد بھی کبھی اس جہاں میں نیک روحوں کے احوال و آثار ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ ایک مرید اپنے مرشد کامل کی زیارت کرتا ہے جو مشکلات میں اس کی رہنمائی کرتا ہے حالانکہ وہ فوت ہو چکا ہوتا ہے۔

☆ علامہ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ

نقباء نجباء ابدال اوتاد غوث قطب اولیاء کرام کا ایک خاص گروہ ہے احادیث میں ان کے اوصاف و کمالات پڑھ کر ایک سعید فطرت انسان کا دل ان کی زیارت سے مشرف ہونے اور ان حیرت انگیز عظمت پر قربان ہونے کے لیئے بے اختیار مچلنے لگتا ہے

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ان ہی کی دعا و برکت سے بارش برستی اور مسلمانوں کو فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے یہ ملائک سیرت اور عالی مرتبت لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کے اونچے مدارج پر فائز ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں

اذاعرضت الحاجة من امر العامه ابتهل فيها النقباء ثم النجباء ثم الابدال ثم الاخيار ثم العمد فان اجيبوا والا ابتهل الغوث فلاتتم مسئلته حتی تجاب دعوته

(زرقانی علی المواہب۔ ۵'۴۰۱)

جب عام لوگ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو سب سے پہلے نقباء دعا کرتے ہیں پھرباری باری نجباء' ابدال اخیار اور عمد کی باری آتی ہے اگر ان کی دعا قبول ہو جائے تو **فبہا**' وگرنہ غوث دعا کرتے ہیں اور مطالبہ ختم ہونے سے پہلے ہی ان کی دعا قبول کرلی جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کاان پر خاص فضل و کرم ہے اس طرح ان حضرات کی دعاو برکت سے مخلوق خدا ایک بڑی مصیبت سے چھوٹ جاتی ہے اور سختی سے نجات پا کر سکھ کا سانس لیتی ہے

☆ حضرت ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت احمد شہاب الدین ابن حجر مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فقہاو محدثین میں سربر آوردہ حیثیت کے مالک ہیں اور اپنی نورانی بصیرت روحانی عظمت اور علمی قابلیت کی وجہ سے نمایاں شہرت رکھتے ہیں آپ نے ابو عبد اللہ قریشی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک حیرت انگیز مشاہدہ اور تجربہ بیان فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو خاصان خدا ہیں وہ مرنے کے بعد بھی زندوں کی طرح ملتے اور دعاو امداد کرتے ہیں اور وصال فرمانے سے ان کی فیض رسانی میں کوئی فرق نہیں آتا آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبد اللہ قریشی رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا۔

قحط نے شہر مصر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لوگ بھوک اور پیاس کی یورش سے بھوکھلا اٹھے دعاو استغفار کی طرف مائل ہوئے مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔

فسا فرت الی الشام فلما وصلت الی قریب ضریح الخلیل علیه وعلی نبینا افضل الصلاة والسلام تلقانی فقلت یا رسول اللّٰه اجعل ضیا فتی عندک الدعاء لاهل مصر فدعا لهم ففرج اللّٰه عنهم

پس میں نے ملک شام کا سفر کیا جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار مبارک کے نزدیک پہنچا تو آپ مجھے آگے سے ملے میں نے عرض کی! اے اللہ کے رسول! میں مہمان کی حیثیت سے آیا ہوں میری ضیافت یوں کریں کہ اہل مصر کے لیئے دعا فرمادیں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے قحط دور فرمادیا۔

اس نادر واقعہ میں مذکور علانیہ اور بالمشافہ ملاقات سے جو **اچنبھا**ہوتا تھا حضرت امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس بیان سے اس کی وضاحت فرمائی ہے

قوله تلقانی الخلیل قول حق لاینکره الا جاهل بمعرفة مایرد علیم من الاحوال التی یشاهدون فیها ملکوت السموت و الارض و ینظرون الانبیاء احیاء غیر اموات

فتاویٰ **حدیثیه۲۵۶)**

حضرت ابو عبد اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ حضرت خلیل علیہ السلام مجھے

ملے بالکل برحق ہے کیونکہ یہ لوگ زمین و آسمان کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بالکل زندہ حالت میں دیکھتے ہیں۔ اس کا انکار وہی جاہل کر سکتا ہے جو اولیاء کرام کے ان احوال و مقامات سے بے خبر ہو۔

☆ علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت علامہ ابن عابدین رحمتہ اللہ علیہ اسلامی قانون کے اتنے بڑے ماہر او جید عالم گزرے ہیں جن کے علم و فضل کا چار دانگ عالم میں چرچا ہے اور جن کی ذہانت و فطانت اور فقہی مہارت دنیا کے عجائبات میں سے شمار ہوتی ہے ان کا علمی و تحقیقی کارنامہ آج بھی رد المختار کی ضخیم جلدوں کی شکل میں دنیا والوں کے سامنے موجود ہے جس میں غواصی کے لیئے قابل ذکر تبحر علمی اور اسے اٹھانے کے لیئے اچھی خاصی تندرستی درکار ہے۔

آپ نے جب اتنی بڑی کتاب لکھنے اور فقہ اسلامی کے بے کنارہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی حیرت انگیز صلاحیت اور نادر روزگار دماغی قابلیت پر بھروسہ کرنے کی بجائے بارگاہ خداوندی میں معلم کائنات ﷺ کا وسیلہ پیش کیا اور عرض کی کہ آپکے صدقے سے اس علمی میدان میں خاص امداد کی جائے تاکہ وہ اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں راحت دو جہاں ﷺ اہل فقہ و نظر اور حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا وسیلہ کرنے کا انداز یہ ہے

و انی اسالہ تعالیٰ متوسلا الیہ بنبیہ المکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم و باھل طاعتہ من کل ذی مقام علی معظم و بقدوتنا الامام الاعظم ان یسھل ذلک علی من انعامہ و یعیننی علی اکمالہ واتمامہ (ردالمختار۔ا۔۳)

اور میں محبوب کریم ﷺ کو اور عالی مرتبت فرمانبردار بندوں کو اور خاص طور پر ہادی برحق امام اعظم رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے احسان سے یہ مشکل آسان کر دے اور اسے مکمل کرنے کی توفیق بخشے اس دعا کو اتنی قبولیت حاصل ہوئی اور وسیلے کی ایسی بے مثال برکت ظاہر ہوئی کہ آپ نے قانون اسلامی کے موضوع پر اتنی بڑی کتاب لکھ دی جو اپنی نظیر آپ ہے اور بے حد مستند تصور کی جاتی ہے شہرت و قبولیت میں کوئی کتاب اس کے پائے کو نہیں پہنچ سکی۔

دلچسپ اور ایمان افروز بات یہ ہے کہ جس کتاب کی یہ شرح ہے اس کا نام درمختار ہے اور اس کے مصنف بھی اسی شاد و آباد دنیا سے تعلق رکھتے ہیں جہاں قدسی لوگ ہی بستے ہیں انہوں نے یہ کتاب اس وقت لکھی جب انہیں راحت دو جہاں ﷺ سے اذن حاصل ہو گیا اس انمول بات کو علامہ ابن عابدین رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

وکان الاذن للشارح حصل منہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صریحا برویتہ مقام او بالھام وببر کتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاق ھذا الشرح علی غیرہ (شامی ا۔۹)

اور شارح کو واضح طور پر راحت جاں ﷺ کی طرف سے خواب میں الہام کے ساتھ اذن حاصل ہوا تھا محبوب کبریاء ﷺ کی برکت ہی کے باعث یہ شرح سب پر غالب آئی ہے

ان فرشتہ صفات مصنف حضرات کے ان واقعات پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے یہ کوئی نرالا جہاں ہے اور انوار و تجلیات کی ایک ایسی دنیا ہے جہاں سب کچھ بے حجاب ہے اور عشق و ایمان کی قوت اس حد تک کار فرما ہے کہ علانیہ ملاقاتیں ہوتی ہیں اور ادھر سے کام کی نیکی ہدایات کرنے کی ملتی ہیں۔

بے شک یہ سعادت وہبی ہے اور کسب کو اس میں کوئی دخل نہیں یااللہ کریم! ہمیں بھی ان سعادتمندوں میں سے کر' جو انوار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حجاب دیکھتے ہیں اور جینے کا سامان کرتے ہیں۔

میری طلب بھی ان کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

☆ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

گلستان رسالت کے گل خنداں شہزادہ بتول کے نگار دلستان دو دمان سادات کی بہار عنبر فشاں شبستان قلب و روح کی شمع فروزاں صاحبزادہ والا تبار مخدوم امت راحت قلب حزیں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد راحت جاں رحمتہ للعالمین ﷺ کے حضور امداد و شفاعت کے حصول کے لیئے اس طرح التجا کرتے ہیں

یا رحمۃ للعلمین انت الشفیع المذنبین اکرم لنا یوم الحزین فضلا وجودا والکرم

اے رحمت عالمیاں! آپ گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں اپنی شان جود و کرم اور فضل و احسان کے باعث کل قیامت کے روز ہمیں بھی شفاعت کی عزت بخشیں۔

یا رحمۃ للعلمین ادرک لزین العابدین محبوس ایدی الظالمین فی مرکب والمزدحم

اے تمام جہانوں کے لیئے رحمت بن کر آنے والے! زین العابدین کی بھی دستگیری کیجئے! جو ظلم و ستم کرنے والی جماعت کے ہاتھوں میں محبوس ہے (اور مدد کا خواستگار ہے۔

نشر الطیب

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد مکرم جناب عبد اللہؓ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے آباء واجداد گزرے ہیں، سب کی پیشانیوں میں نور کی جلالت تاباں تھی جس کی برکت اور اعجازات کو وہ بھی محسوس کیا کرتے تھے اور انہیں پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں موقعہ پر قدرت نے ان کی دستگیری کیوں کی ہے

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، حضرت نوح علیہ السلام کی طوفان سے نجات اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر آگ گلزار ہونے کا سبب

یہی نور بنا تھا اسی حقیقت کبریٰ کو ایک مرتبہ نظم کر کے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس کی خدمت میں پیش کیا' اس قصیدہ مبارکہ کے کچھ اشعار یہ ہیں

وردت نار الخليل مكتتما

فی صلبه انت كيف يحترق

آپ نے حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ آگ میں ورود فرمایا ان کی پشت انور میں آپ پوشیدہ اور موجود تھے پھر وہ کس طرح جل جاتے

وانت لما ولدت اشرقت

الارض وضاء ت بنور الافق

اور جب آپ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور پاک کے ساتھ آفاق منور ہو گیا۔

فنحن فی ذلک الضياء

وفی النور سبل الرشاد نخترق

پس ہم اسی روشنی اور نور میں ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔

محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اشعار بڑے غور اور دلچسپی سے سنتے اور ان پر اظہار پسندیدگی فرمایا اگر یہ خلاف واقعہ ہوتے تو منصب نبوت سے بعید تھا کہ آپ نہ ٹوکتے آپ کا سن لینا ہی اس حقیقت کی قوی دلیل ہے کہ مضمون کے ساتھ آپ کو اتفاق تھا اسی کو حدیث تقریری کہتے ہیں

ومن تكن برسول الله نصرته

فالفتح من جنده والنصر والظفر

اور جس شخص کو کو راحت دو جہاں ﷺ کے وسیلے سے نصرت حاصل ہو تو فتح و نصرت اور کامیابی اس کا لشکر اور مقدر بن جاتی ہے۔

دعا کم مستغیثار اجیا املا

فهل لکم من سوٰی لطفکم نظر

یا رسول اللہ ! اس نے فریادی اور امیدوار بن کر آپ کو مدد کے لیئے پکارا ہے کیا آپ کی نگاہ کرم کے سوا اس کے لیئے کوئی اور بھی امید گاہ ہے ؟

فاعطف الھی علینا قلب سیدنا

خیرا لانام فمنه العطف منتظر

پس یا رب کریم ! ہمارے محبوب آقا مولا ﷺ کا دل مبارک ہماری طرف پھیردے جو تمام مخلوق سے بہترین ہیں ' اور ہم ان کی مہربانی کے منتظر ہیں

☆ رسالہ ہذا میں جو ذکر حالات ہو گا اس ذکر حالات سے معرفت اور معرفت سے محبت اور محبت سے قیامت میں معیت اور شفاعت کی امیدیں اعظم مقاصد سے ہیں غرض ایسے رسالہ سے منافع اور مصالح ہر قسم کے متوقع ہوئے ان وجوہ سے بنام خدا آج کے روزہ کہ اتفاق سے ربیع الاول کا مہینہ اور دو شنبہ کا دن پہلا عشرہ ہے شروع کر دیا اللہ تعالیٰ تمام کو پہنچا کر مقبول و نافع اور وسیلہ نجات **عن الفتن ما ظھر منھا وما بطن** کا دونوں عالم میں فرمادیں

آمین بحرمتہ سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ

فائدہ یہ آخری تین حوالے بطور خاص نشر الطیب سے لیئے گئے ہیں ' اس لیئے اہمیت کے ساتھ لحہ فکریہ کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔

فاعتبروایااولی الابصار

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ

اکابرین امت میں سے بعض شعراء کرام نے توسل و استمداد کے موضوع پر جو نکتہ آفرین اور معنی خیز اشعار لکھے ہیں وہ اتنے مقبول ہوئے ہیں کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد بھی ان کا رس اور اثر کم نہیں ہوا۔ اہل عشق عالم جذب و کیف میں ان کا ورد کرتے ہں اور ان کی برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

ان اشعار سے ان اکابرین کے نظریات و خیالات کا بھی اچھی طرح پتہ چل جاتا ہے ان کے بیان کردہ مضمون سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ وسیلہ و استمداد کے قائل تھے اور اہل اللہ سے کسب فیض کو ذریعہ برکت و سعادت سمجھتے تھے۔

مثال کے طور پر حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ بارگاہ خداوندی میں اہل بیت کرام کا وسیلہ یوں پیش کرتے ہیں۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ برقول ایماں کنی خاتمہ

یاالٰہی! سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پاک کے طفیل میرا ایمان پر خاتمہ فرما۔

☆ حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت علامہ عبد الرحمٰن جامی نویں صدی ہجری کی ' آسمان علم و حکمت پر درخشاں وہ برگزیدہ ہستی ہیں جنہیں شعر و تصوف علم و حکمت اور حدیث دانی میں امامت کا درجہ حاصل ہے اصول و فنون میں آپ کے بیان کردہ نکات آج بھی اہل علم کا سرمایہ حیات ہیں اور احادیث کی شرح میں آپ کے فرمودات اسناد کا درجہ رکھتے ہیں حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ ایک باریک بین اور ژرف نگاہ محقق ہی نہیں شبستان سلوک و معرفت کے راہ شناس راہی بھی تھے اور سینے میں ایسا دل رکھتے تھے جو عشق محبوب کریم ﷺ کی نورانی کرنوں سے منور تھا راحت جاں ﷺ کے ساتھ آپ کو ایسی والہانہ محبت تھی کہ ہر وقت درد فراق کی کسک سے تڑپتے رہتے تھے مگر تصور جاناں میں تڑپنے اور پھڑکنے ہی کو حاصل زیست سمجھتے تھے۔

آپ کے یہ پر سوز و درد انگیز اشعار ' عشق افروز کیفیت کے عکاس ہیں

زمہجوری برآمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمتہ للعٰلمینی
زمحروماں چرا غافل نشینی
بحسن اہتمامت کار جامی
طفیل دیگراں یابد تمامی

حکمت و تصوف اور عشق و محبت کی دنیا میں اس بے نظیر پائے کے مالک

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ توسل کے باب میں اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ

یہ راحت جاں نبی آخر الزماں رحمتہ للعالمین ﷺ کے اسم گرامی ہی کا اعجاز تھا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک طوفان کی تباہ کن یلغار سے محفوظ رہی اگر یہ عالی مرتبت حضرات اس نام پاک کا وسیلہ پیش نہ کرتے تو یہ ایمان افروز اعجازات ظہور میں نہ آتے فرماتے ہیں۔

اگر نام محمد را نیا ور دے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اسلام کے ابتدائی دور سے سلسلہ بسلسلہ آنے والے یہ واقعات و حقائق اور نظریات و عقائد اس ٹھوس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ توسل و استمداد کے بارے میں اکابرین امت ایک مستند بے لچک اور مضبوط نظریہ رکھتے تھے جو مشاہدے پر مبنی اور بالکل حقیقت پسندانہ تھا اور قرآن و سنت سے مسبط اور ثقہ حضرات کے عمل کے مطابق تھا۔

آج بھی یہی رویہ حقانیت سے قریب تعلیمات اسلامی کے مطابق اور سلامتی کا ضامن و علم بردار ہے

مذید تفصیل آئندہ صفحات پر اور ہماری دوسری کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں

اکابرین کے تجربات و معمولات و مشاہدات

جس شعبے کا انسان ہو' اور جس فن سے تعلق رکھتا ہو اس شعبے میں اس کی رائے وزنی اور فیصلہ کن ہوتی ہے غیر متعلق آدمی کی رائے کو اس کی رائے پر ترجیح نہیں دی جاتی۔

میدان معرفت کے درخشندہ آفتاب و ماہتاب گلزار ہستی کے شگفتہ اور سدا بہار پھول قدسی جہاں اور لاہوتی کائنات کے بلند پرواز شہباز یعنی اہل فکر و نظر اولیاء کرام برزخ عالم ملکوت اور دوسرے غیرمادی جہانوں کے قوانین و رسوم اور رموز و اسرار سے آگاہ ہوتے ہیں وہ ان جہانوں کا نور بصیرت سے مشاہدہ فرماتے ہیں اور وہ کچھ دیکھتے ہیں جو عام لوگوں کا حصہ اور مقدر نہیں اس لیۓ اس میدان میں ان کی رائے پر کسی عام انسان کی رائے ترجیح نہیں پاسکتی صرف ان حضرات کا فرمودہ ہی حرف آخر ہو سکتا ہے اور کسی کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ اس پر چون وچرا کرے بلکہ دیانت کا تقاضا ہے کہ ان کی بات مانے اور جو کچھ وہ کہیں یہ سمجھ کر اس کے آگے ہتھیار ڈال دے کہ وہ اس میدان کے شہسوار اور اس سمندر کے غواص ہیں' اس لیۓ جو کچھ فرمارہے ہیں وہ بالکل برحق ہے کیونکہ ان کا دیدہ اور دوسروں کا صرف شنیدہ ہے اب دیکھتے یہ ہیں کہ

اکابر اولیاء کرام نے توسل و استمداد کے بارے میں کیا کچھ فرمایا ہے کن معمولات پر عمل پیرا رہے ہیں اور کیا تجربات و مشاہدات بیان کیۓ ہیں؟

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مشاہدہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ان اکابرین میں سے ہیں جن کے دل کی آنکھ کھلی ہوئی تھی اور وہ تزکیہ و خلوص اور عبادت و ریاضت کے پاکیزہ جہاں میں اپنی خدا داد بصیرت سے بہت سے حقائق علانیہ دیکھتے تھے اور اتنے جرات مند لاڈلے اور عالی ہمت تھے کہ انہیں برملا بیان بھی کر دیتے تھے۔

آپ نے اپنے مشاہدات پر مشتمل فیوض الحرمین جو کتاب لکھی ہے اس میں ناٰویں اور دسویں مشاہدے کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

جب ہم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور روضہ اقدس پر حاضری دی تو حجابات اٹھ گئے عالم برزخ میں نہیں بلکہ عالم مثال میں علانیہ اور واضح طور پر محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو اپنی حسی قوت یعنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا تو مبارک کائنات میں سمندر کی لہروں کی طرح انوار فشاں تھی راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اندازہ نوازشیں فرمائیں اور مختلف صورتوں میں جلوے دکھائے اور قدسی حسن کی تابشوں سے نوازا اس روز یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ روح اطہر کو بھی جسم کی طرح دیکھا جا سکتا ہے اور یہ راز بھی کھلا کہ انبیاء کرام کے زندہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔

تیسرے روز حاضر ہوئے تو سلام کا نذرانہ پیش کیا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بھی حاضری دی۔

پھر بڑی نیاز مندی سے عرض کی

حضور رحمتہ العالمین ہیں ہم خیر و برکت اور فیضان کرم کے حصول کے لیئے بڑی آرزوئیں لے کر حاضر ہوئے ہیں آپ نگاہ کرم فرمائیں اور ہمیں نوازیں۔

فانبسط انبساطا عظیما حتی تخیلت کان عطافة ردائه لفتنی و غشینی ثم غطنی غطة و تبدی لی واظهرلی الاسرار و عرفنی بنفسه وامدنی امدادا عظیما اجمالیا وعدفنی کیف استمدبه فی حوائجی

راحت دو جہاں ﷺ نے بڑی ہی مسرت کا اظہار فرمایا یہاں تک کہ میں نے خیال کیا گویا آپ کی عنایت کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا ہے اور ڈھانپ لیا ہے پھر آپ نے معانقہ فرمایا اور میرے سامنے ظاہر ہوئے کئی بھید کھولے اور بذات خود مجھے آگاہ فرمایا اور اجمالی طور پر میری بہت بڑی امداد کی اور مجھے بتایا کہ میں اپنی ضروریات میں کسی طرح آپ سے مدد طلب کروں

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تجربہ

حضور مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ایک چیز کے بارے میں بڑا تردد تھا اسے حل کرنے کی کافی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی ایک مدت بیت گئی مگر معاملہ جوں کا توں رہا اب فکر دامن گیر رہنے لگی کہیں اس کا مواخذہ نہ ہو جائے اس لیئے اس سے جلد چھٹکارا حاصل کرنا چاہیئے اس خیال نے بے قرار کر دیا' طبیعت پر گرانی طاری ہو گئی بارگاہ خداوندی میں دعا کی اس فکری ژولیدگی سے نجات دی جائے اتفاقاً دریں وقت

گذر بر مزار عزیزے افتاد و دریں معاملہ آں عزیز رام مد معاون خود کرد دریں اثناعنائت خداوندی جل شانہ در رسید و حقیقت معاملہ را کما ینبغی و انمودو روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام کہ رحمت عالمیاں است دریں وقت حضور ارزانی فرمود و تسلی خاطر حزیں نمود

(مکتوبات ۱،۳۵۸ مکتوب نمبر ۲۲۰)

اتفاقاً اس وقت ایک عزیز کے مزار مبارک کے قریب سے گرز ہوا اور اس معاملہ میں اسے بھی اپنا مدد گار بنایا اس دوران اللہ کریم کی رحمت بھی شامل حال ہوئی اور معاملے کی حقیقت کو اچھی طرح واضح کر دیا اور حضور رحمتہ للعالمین خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت نے مہربانی فرمائی اور حاضر ہو کر غمگین دل کو تسلی دی۔

☆ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا تجربہ

حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی برکات بیان کرتے ہوئے جناب علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

اعلم انہ لم یزل العلماء وذو و الحاجات یزورون قبرہ و یتوسلون بہ فی قضاء حوائجھم و یرون نجح ذلک (خیرات الحسان)

شروع ہی سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ اہل علم اور اہل حاجت آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیئے آتے ہیں اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیئے آپ کو وسیلہ بناتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں

☆ **انی لا تبرک بابی حنیفه واجیی الی قبره فاذا عرغت لی حاجته صلیت رکعتین و سالت اللّٰہ تعالیٰ عند قبره فتقضی سریعا**

(ردالمختار ۱۴۱-۱)

میں امام اعظم کی ذات کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر مبارک کی زیادت کے لیئے آتا ہوں جب کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اور آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں میری دعا قبول ہو کر وہ ضرورت فوراً پوری ہو جاتی ہے۔

یہ اتنے بڑے امام کا ارشاد اور معمول ہے جن کا علمی مرتبہ پوری امت میں مسلم ہے اور ان کی فکری و نظری سلامت روی اور خلوص و للہیت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا تر ہے جب وہ یہ بتا رہے ہیں کہ اہل اللہ کے مزارات پہ حاضر ہونے سے برکت حاصل ہوتی ہے فیضان سے سینہ منور ہوتا ہے اور مشکلات دم توڑتی ہیں تو اس پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں

☆ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

خواص میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اولیاء کرام کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جنہیں ابدال کہا جاتا ہے آپ نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار

مبارک کے بارے میں بھی اپنا تجربہ بیان فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں

قبر موسیٰ الکاظم تریاق مجرب لاجابۃ الدعاء

(اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور)

امام کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر دعا کی قبولیت کے لئے تجربہ شدہ تریاق ہے

اس فرمان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ان بزرگوں کے مزارات پر کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور وہاں پہنچ کر دعائیں کیا کرتے تھے جب آپ کی بے شمار دعائیں مقبول ہوئیں تو آپ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ جگہ دعا کی قبولیت کے لئے اکسیر ہے اس تجربہ کے بعد آپنے یہ نتیجہ اخذ کیا اور لوگوں کو بتایا کہ یہ مزار مبارک تریاق مجرب ہے۔

محدث ابو حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تجربہ

یہی تجربہ مشہور محدث حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام علی رضا بن موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے بارے میں بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

ماحلت بی شدۃ فی وقت مقامی بطوس وزرت سنقبر علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللّٰہ علی جدہ و علیہ و دعوت اللّٰہ تعالیٰ انالتھا عنی الا استجیب لی وزالت عنی تلک الشدۃ و منا شئی جربتہ مرارا

(کتاب الثقات)

شہر طوس میں قیام کے دوران جب بھی کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر خدا تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی وہ دعا ضرور قبول ہوئی اور مشکل دور ہو گئی یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بار بار آزمایا ہے۔

☆ حضرت ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام ابو القاسم قشیری اکابر صوفیہ اور عظیم محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں آپ اہل علم کا مرجع اور فیوض و برکات کا سرچشمہ تھے جن سے ایک عالم سیراب ہوا۔

آپ مشہور بزرگ اور ولی کامل حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں

کان من المشائخ الکبار مجاب الدعوات یستسقی بقبرہ یقول البغدادیون قبر معروف تریاق مجرب

بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے آپ کی دعا قبول ہوتی تھی آج بھی آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر بارش کی دعا کی جاتی ہے اہل بغداد کہتے ہیں حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مجرب اکسیر ہے

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

۵۰ ھ میں مسلمانوں کا بیڑا قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا جس میں اکابر صحابہ

کرام کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے دشمن کی سرحد کے قریب پہنچ کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے جب مرض نے شدت اختیار کی تو آپ نے مجاہدین کی وصیت فرمائی

اذا انامت فاحملونی ناذ فقتم العدوانا فاد فنونی تحت اقدامکم ففعلوا

جب میں فوت ہو جاؤں تو میری میت ساتھ اٹھا لینا پھر جب دشمن کے سامنے صف آرا ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں میں دفن کر دینا چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا مسلمانوں نے آپ کو قلعہ کے دامن میں دفن کیا اور ساتھ ہی دشمنوں کو آگاہ کر دیا یہ ایک معزز انسان کی قبر ہے اگر اس کی بے حرمتی کی گئی تو بلاد اسلامیہ میں جتنے گرجے ہیں ان کی حرمت پامال کر دی جائے گی اس وجہ سے آپ کی قبر مبارک دشمنوں کے گزند سے محفوظ رہی بلکہ آپ کی قبر مبارک کے انوار و تجلیات نے بہت جلد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اس کے فیوض و برکات ظاہر ہونا شروع ہو گئے قدرت نے اپنے بندے کی قبولیت کا راز کھول دیا اور لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہاں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے

وقبر ابی ایوب قرب سورها معلوم یستسقون به فیسقون

(استیعاب۔ا۔۴۔۴)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قلعہ کی فصیل کے قریب ہے اور سب کو معلوم ہے وہاں پہنچ کر لوگ بارش کے لیئے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کانوا اذا محلو کشفوا عن قبرہ فمطروا

جب بھی قحط پڑ جائے تو اظہار وسیلہ کے لئے لوگ قبر کھول دیتے ہیں بارش ہو جاتی ہے۔

(استیعاب ۶۴)

☆ **حضرت ام حرام** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار

سہ ۲۷ھ میں مسلمان قبرص پر حملہ آور ہوئے اس بحری فوج کے ہمراہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں جنہیں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تم اس فوج میں شریک ہو گی۔

وہاں جماز پر چڑھتے ہوئے گھوڑے سے گر کر یا پاؤں پھسلنے سے شہید ہو گئیں اسی جگہ ان کی قبر بنا دی گئی جس کے فیوض بھی بہت جلد ظاہر ہو گئے اور عوام میں وہ قبر قبر المرۃ الصالحۃ یعنی نیک خاتون کی قبر کے نام سے مشہور ہو گئی لوگ وہاں جا کر جو دعا کرتے قبول ہوتی۔

(البدایہ النھایہ ۷، ۱۵۳)

صدیوں پر پھیلے ہوئے معتمد اکابرین امت کے ان معمولات و تجربات پر ایک نظر ڈالی جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ قبروں میں مدفون اللہ والوں کی روحانیت صلاحیت اور مقبولیت کے بارے میں ان کا ایک خاص نظریہ ہے وہ ان اولیاء اللہ

کو محض مردہ بے وقعت یا مٹی کا ڈھیر نہیں سمجھتے بلکہ زندہ باشعور اللہ تعالیٰ کا محبوب و مقبول اور بعض وہ اولیاء کرام جو بہت ہی عالی پایہ ہیں انہیں صاحب تصرف بھی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ یہ حضرات ان سے باتیں بھی کرتے ہیں انہیں اپنے معلات میں مدد گار بھی بناتے ہیں ان کے مزارات پہ پہنچ کر اللہ کی بارگاہ میں دعائیں بھی کرتے ہیں اور ان سے دعا کی التجاء بھی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ

یہ تمام امور ان واقعات و تجربات سے کسی تکلف کے بغیر ثابت ہوتے ہیں

چونکہ یہ امت کے ثقہ اور مقتدا حضرات کا عمل ہے اس کے بارے میں کسی شک کی گنجائش نہیں خود انسان میں صلاحیت نہ ہو اور وہ روحانی قدروں سے محروم و بے بہرہ ہو تو اسے اپنی حالت پہ ماتم کرنا چاہیئے کہ وہ دل کے انوار نفس کے تزکیہ اور روح کی پاکیزگی سے محرم ہے اسے یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ وہ اس بارے میں اپنا آخری فیصلہ داغ دے اور یہ حکم لگادے کہ اہل اللہ کے مزارات فیوض و برکات سے خالی ہیں اور ان کے بارے میں ایسا تصور محض بے سند ہے۔

اکابرین کے اتنے سارے تجربات کے بیان کے بعد یوں کہنا زیب نہیں دیتا اور مثبت سوچ رکھنے والے پر لازم ہو جاتا ہے کہ اپنے موقف پر نظرثانی کرے

البتہ ایک بات ضرور ہے کہ یہ شان الٰہی اہل مزارات کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی پیارے نہایت مقرب اور اپنے اخلاص و محبت کے اعتبار سے خاصے مشہور ہوں اور زندگی میں چار دانگ عالم میں ان کی ولایت و بزرگی کے چرچے عام ہو گئے ہوں اور ان کے فیضان و رشاد نے ایک عالم کو مسخر کر لیا ہو اور لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہو کہ یہ بزرگ بڑے ہی مقبول اللہ والے اور شان حضوری کے مالک ہیں

استمداد بھی ایسے ہی بزرگوں سے کرنی چاہیئے حضرت شاہ عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے فتاوی عزیزی میں اسی بات کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں۔

(فتاوی ۱۷۰)

لاکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

مشہور بزرگوں سے ہی امداد طلب کرنی چاہیئے

اس لیئے آپنے خواص اور مشہور اولیاء کرام سے استمداد کا طریقہ بھی بتایا ہے اور مرتبہ معلوم کرنے کا طریقہ بھی لکھا ہے جو درج ذیل ہے مدفون بزرگ کا مرتبہ معلوم کرنا۔

میت کا منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے اس لیئے زائر کو چاہیئے کہ مدفون بزرگ کے چہرے کے سامنے سینے کے قریب کھڑا ہو جائے یا بیٹھ جائے اور اکیس بار یہ تسبیح پڑھے

سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح

اس کے بعد تین بارہ سورہ قدر پڑھے اور اپنا سینہ بزرگ کے سینے کے برابر لائے اور ذہن کو پراگندہ خیالات اور ہر قسم کے تصورات سے پاک کر کے یکسوئی کے ساتھ مراقبہ کرے اگر سینے میں فیوض و انوار محسوس ہوں اور دل کو جمعیت و تسکین مل جائے تو سمجھ لے یہ بزرگ کامل ہیں پھر ان سے بے شک استمداد کرے۔

باکمال اور مشہور اولیاء کرام سے استمداد کا طریقہ

زائر کو چاہیئے کہ سب سے پہلے قبر کے سرہانے بیٹھ کر اپنی شہادت والی انگلی قبر پر رکھ کر سورہ البقرہ شریف کی ابتدائی آیات مفلحون تک پڑھے پھر قبر کی پائنتی کی طرف آ جائے اور اسی طرح سورہ البقرہ کی آخری آیات آمن الرسول سے لیکر آخر تک پڑھے پھر اس بزرگ سے خطاب کرے اور کہے اے حضرت! میں نے اپنے فلاں کام کے لیئے بارگاہ خداوندی میں دعا و التجا کی ہے آپ بھی اپنی دعا اور شفاعت کے ساتھ میری امداد فرمائیں

اسکے بعد زائر کو چاہیئے کہ قبلے کی طرف منہ کر کے باقاعدہ بارگاہ خداوندی میں دعا کرے انشاء اللہ ضرور قبول ہو گی اور مشکل حل ہو جائے گی

(فتاوی عزیزیہ۔ ۱۷۰)

مزید تفصیل ہماری کتاب گیسوئے محبوب ﷺ ' محبت اور علامات محبت ' اور وسیلتنا فی الدارین ﷺ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بزرگان دین کے ارشادات

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ راحت جاں ﷺ مخلوق کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہیں اور جان کائنات ﷺ کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں ہم بڑی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں مگر جی چاہتا ہے مزید وضاحت کرتا رہوں اس خیال سے کہ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

☆ حضور غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں

و کل ولی له قدم وانی
علی قدم النبی بدر الکمال

میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زمان مکین و مکان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج محبوب دو جہاں ﷺ کے قدم پر ہوں معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں محبوب کریم ﷺ ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

☆ اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں

انا طامع بالجود منک ولم یکن
لابی حنیفه فی الا نام سواک

یا رسول اللہ میں حضور کی عطا کا امید وار ہوں اور مخلوق میں ابو حنیفہ کے لئے آپ کے سوا کوئی نہیں معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں

☆ امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں اور جو مقبول بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہو چکا ہے۔

ومن تکن برسول اللّٰہ نصرتہ

ان تلقہ الاسد فی اجامھم نجم

یعنی جس کی مدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں

☆ حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں

شنیدم کہ در زور امید وبیم

بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے نیکوں کے وسیلہ سے بروں کو بخش دے گا معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ علماء و صالحین کے وسیلہ سے گنہ گاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔

☆ شیخ عطار فریدالدین قدس پند نامہ عطار میں فرماتے ہیں

آنکہ آمد نو فلک معراج او

انبیاء و اولیاء محتاج او

یعنی محبوب کبریاء ﷺ وہ شان والے ہیں کہ نو آسمانوں کی معراج فرمائی اور تمام نبی ولی حاکم کائنات ﷺ کے حاجت مند ہیں معلوم ہوا کہ شیخ عطار قدس سرہ جاں کائنات ﷺ کو سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں

☆ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

اے بسا در گور خفتہ خاک دار
بہ زصدا حیاء تنفع و انتشار
سایہ اوبود و خاکش سایہ مند
صد ہزاراں زندہ در سایہ دے اند

بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فگن ہے لاکھوں زندے ان قبروں والوں کے سایہ میں ہیں ۔ معلوم ہوا کہ مولانا روم قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کی وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں

☆ درود تاج شریف جو تمام اولیاء علماء کا ورد وظیفہ ہے اس میں ہے **وسیلتنا فی الدارین** راحت جان ﷺ دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں

☆ مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست پر آفت و خوف و خطر
چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
گرچہ طفلے را کشد تو موم کن

یعنی پیر پکڑلو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے تو دم نہ مارو اگر بچہ کو بلا قصور قتل کر دے تو اعتراض نہ کرو معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک لازم ہے

☆ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز در پئے مصطفیٰ

اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حاکم کائنات ﷺ کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پا سکو گے یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی محبوب کبریاء ﷺ کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

☆ حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی القاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب **نزہتہ الی الفاطر فی** ترجمہ شیخ عبد القادر صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن ناد انی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی اللّٰہ فی حاجته قضیت**

یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دور ہو گی اور جو کوئی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہو گی۔

☆ اس کے بعد ملا علی قاری ؒ نے نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں اس کا بارہا تجربہ کیا گیا صحیح ثابت ہوا ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ حضور غوث پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ درست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں یہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جن کو دیوبندی وہابی بڑے زورو شور سے مانتے ہیں۔

☆ شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

انی لا تبرک بابی حنیفه و اجی الی قبره فاذا عرضت لی حاجت صلیت رکعتین و سالت اللّٰہ عند قبره فتقضی سریعا۔

یعنی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں جب مجھ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

☆ حصن حصین شریف کے شروع میں آداب دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا۔

وان یتوسل الی اللّٰہ تعالٰی بالانبیاء والصالحین من عبادہ

یعنی دعا مانگے انبیاء اور نیک بندوں کے وسیلہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

☆ اس کی شرح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں خصوصاً حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہ رجاء قبول بطفیل دے اکثر واتم داد فریاد اکمل است و فعل انبیاء مرسلین و سیرت سلف صالحین است

یعنی خصوصیت سے حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور گذشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے اس جگہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل سے قبول ہوئی

☆ اس کی شرح الحرز الوصلین میں ملا علی قاری رحمتہ فرماتے ہیں **من المندوبات** یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

☆ فقہا فرماتے ہیں کہ استسقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش ہو دیکھو عالمگیری شامی جوہرہ وغیرہ

دیکھو بارش مانگنے کے لیئے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

☆ سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ جب سومنات کے حملہ میں گھر گئے تو آپ نے شیخ ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے۔ اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا جبہ اسی لیئے دیا تھا جو وسیلہ ثابت ہوا۔

اقوال مخالفین

دیو بندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں

☆ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الشفاء بنعل مصطفیٰ میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل و زبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے توبہ استغفار قبول نہیں ہوتی البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی ہے منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دو عالم ﷺ نہایت قوی البرکات اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجئے مولوی صاحب نے محبوب کریم ﷺ کی **نعلین شریف** کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں قبول دعا کے لیئے بہترین وسیلہ بتایا تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہو گا

۔ اور پھر اس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت و تاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہو گا بے کسوں کا کس ہے اور بسوں کا بس ﷺ

☆ یہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اس کتاب میں اس نقشہ **نعلین** مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔

اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الٰہی جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیئے ہوئے ہوں ان کا ادنی درجہ غلام ہوں الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما پھر فرماتے ہیں پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسے دے۔

☆ یہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اس نقشہ **نعلین شریف** کی برکات اس طرح بیان کرتے ہیں اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان سرکش سے حاسد کی نظربد سے امن و امان میں رہے اگر حاملہ عورت درد زہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے الخ

موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے رحمت دو جہاں ﷺ کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں کتاب

کے آخری صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے

☆ مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبد المجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھوں حزب میں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے یہ اشعار لکھے۔

ہیں جو تیرے بندہ خاص اے غنی
مولوی اشرف علی تھانوی
اس صدقہ میں دعا مقبول کر
یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھیئے! اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کرا رہے ہیں یہ ہے پیر کا وسیلہ!

☆ مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں راحت جاں ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت
گناہ قاسم برگشتہ بخت بداطوار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا سوا ترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب محبوب کریم ﷺ پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے پھر فرماتے ہیں

برا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پر تیرا ہوں
ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

☆ مولوی اسماعیل صاحب صراط **مستقیم** دوسری ہدایت میں صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیۓ **شیخین** پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت و **قطبیت** بلکہ **قطبیت و غوثیت** و ابدالیت اور انہیں جیسے باقی خطابات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں اسی عبارت میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے **بادشاہت** و امارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت و **غوثیت** سب کو ملتی ہیں۔

☆ مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحبیب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبی !
کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
جز تمہارے کہاں ہے میری پناہ
فوج **کلفت** مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبد اللہ ! زمانہ ہے خلاف
اے میرے مولا خبر لیجئے مری

اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں

نام احمد چوں حصارے شد حصین

پس چہ باشد ذات آں روح الامیں

یعنی جب محبوب کریم ﷺ کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

☆ شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں بعدہ ہفت کرہ طواف کند دوران تکبیر بخواند و آغاز ازاست کند و بعدہ بطرف رخسار نہد اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کہے دائیں سے شروع کرے بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے پتہ لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ للہ علیہ القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں **ثم یتلوا الشیخ ھاتین الایتین یایھا الذین امنو اتقو اللّٰہ وابتغو الیہ الوسیلہ** الخ یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے پہلی آیت یہ ہے **یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ** اور دوسری آیت **وابتغوا الیہ الوسیلۃ**

اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب وہابی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت **و ابتغوا الیہ الوسیلۃ** میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں

کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجئے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے چنانچہ **یا ایھا الذین امنوا** اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ اتقوا اللہ میں داخل ہے اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے **امتثال** او امر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف و المعطوف علیہ ہے اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ **و ابتغوا الیہ الوسیلۃ** میں وسیلہ سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف و عطوف علیہ کا فرق نہ ہو گا۔

مولوی محمود الحسن صاحب دیو بندیوں کے شیخ الندا اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

حوائج دین دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات رو حانی و جسمانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولی مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔

عقل والوں کے لیئے چند عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالی کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے حسب ذیل دلائل سے۔

☆ رب کریم غنی اور ہم سب فقیر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **واللّٰہ الغنی و انتم الفقراء** اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے استاد کے ذریعہ علم پیر کے ذریعہ سے ایمان مالداروں کے ذریعہ سے دولت فرشتہ کے ذریعہ سے شکل ملک الموت کے ذریعہ سے موت غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا تو ہم فقیر و محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے

☆ دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قل متاع الدنیا قلیل** اور فرماتا ہے **والاخرۃ خیر و ابقی** جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے اس لئے قرآن و ایمان دینے کے لئے محبوب دو جہاں ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

☆ ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور راحت دو جہاں ﷺ و اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولی وسیلہ ہیں۔

☆ اعمال صالحہ وسیلہ ہیں رب کریم سے ملنے کا اور اعمال کا وسیلہ انبیاء اور ولیاء، علماء تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے لہٰذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

☆ راحت دو جہاں ﷺ سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے محبوب کریم ﷺ کے دست اقدس سے کعبہ پاک و صاف

کیا گیا تا کہ معلوم ہو کہ کعبہ **معظمہ** جو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ محبوب ﷺ پاک نہ ہو سکا تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہر گز پاک نہیں ہو سکتے

☆ اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا پھر محبوب کبریاء ﷺ کی خواہش پر کعبہ قبلہ بنا تا کہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزار ہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر محبوب کائنات ﷺ کے قبلہ نہ بن سکا۔ لہٰذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ محبوب کریم ﷺ مقبول نہیں ہو سکتا۔

☆ اللہ کریم فرماتا ہے **وکونوا مع الصدقین** سچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء علماء وسیلہ کے قائل رہے لہٰذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

☆ شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں۔ مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا ملا ئکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔

☆ قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہو گی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حاکم کائنات ﷺ کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع نہ فرمائے گا تا کہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی۔ مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

☆ اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ** کے بعد **محمد رسول اللہ** نہ ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی وہی معتبر ہے جو محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے مانی جائے عقلی توحید کا اعتبار نہیں کلمہ طیبہ کے

پہلے جز میں توحید ہے اور دوسرے جز میں وسیلہ توحید۔

☆ نماز التحیات سے اور درود شریف سے مکمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ راحت جاں ﷺ کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی جو اصل عبادت ہے۔

☆ قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں پہلا سوال توحید کا اور دوسرا دین کا مگر ان دونوں سوالوں کے جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے **ما کنت تقول فی حق هذا الرجل** تو اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟ دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں جان کائنات ﷺ کا فرمانبردار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میرے محبوب نبی ہیں اور میں ان کا امتی ہوں۔

نکیرو! پہچانتا ہوں ان کو یہ میرے مولا یہ میرے داتا
مگر تم ان سے تو پوچھو اتنا یہ مجھ کو اپنا بتا رہے ہیں

تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے **صدق عبدی افتحوا له بابا من الجنة** میرا بندہ سچا ہے اس کے لیئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قبر میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

☆ دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر وہاں کا پتہ لگاؤ کہ ایسے ہی وہاں بھی ہوگا اس لیئے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے دنیا میں اصل فیض دینا والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض

لینے والا ایک ہی ہوتا ہے پھر وسیلہ کے ذریعہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے بادشاہ ایک اس کا وزیر ایک پھر حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنہ ایک پھر گدے چند اور شاخیں سینکڑوں اور پتے ہزاروں ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے اور گدوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جن سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اس طرح رب تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ احکم الحاکمین ایک اور محبوب اعظم محبوب کریم ﷺ بھی ایک جو اللہ کریم سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان وسائل کو چھوڑنے والا رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا

☆ جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر روٹی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشہ کی ضرورت ہے جو سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنا دے اللہ تعالیٰ قوی ہے **ان اللہ قوی عزیز** اور تمام بندے کمزور اور ضعیف **خلق الانسان ضعیفا** ناممکن تھا کہ

کمزور اور ضعیف بلا واسطہ غالب قوی رب سے فیض لے لیتا روئی نار سے
بلاواسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے
سے معذور ہیں اسی لیئے خالق و مخلوق رب و مربوب کے درمیان ایک ایسے
برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر
قادر ہو ۔ ادھر رب اعلان کرے **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی
یوحی** نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے ادھر وہ برزخ کبریٰ **انما انا بشر
مثلکم** کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگوں گھبراؤ نہیں میں
تم جیسا ہی بشر ہوں فرشتہ یا جن وغیرہ جنس سے نہیں ہوں ۔ اسی وسیلہ عظمیٰ کا نام
محمد مصطفیٰ ہے ﷺ

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

☆ اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا برا اور ناجائز ہے تو نماز جنازہ بھی
منع ہونی چاہیئے کیونکہ بالغ مردہ کے لیئے ہم وسیلہ بن کر دعا کرتے ہیں ۔ **اللھم
اغفر لحینا ومیتنا** اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں
**اللھم اجعلہ فرطا واجعلہ لنا وجعلہ لنا اجرا وذخرا وجعلہ لنا
شافعا ومشفعا**

خدایا ! اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کہ ہمیں جنت میں لے جائے
اور ہمارے لیئے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارا سفارشی بنا ۔ نماز
جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے ۔

☆ مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کیوں ؟ کیا دوسری مسجدیں خدا کا گھر نہیں ہیں ؟ صرف اسی لیئے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں راحت دو جہاں ﷺ آرام فرما رہے ہیں ۔ اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ اس لیئے کہ وہ حضور پر نور محبوب کبریاء ﷺ کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے ۔

☆ اور مسجدوں میں پہلی صف کا درجہ زیادہ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر ۔ اور مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل ۔ کیوں ؟ اس لیئے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے اور روضہ پاک محبوب کریم ﷺ کی بائیں طرف ہے جیسے جسم میں دل اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہو گا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ معلوم ہوا کہ محبوب کبریاء ﷺ مقبولیت کے لیئے وسیلہ عظمیٰ ہے ﷺ

☆ بزرگوں کا وسیلہ اور نبی ﷺ کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا ابو جہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرور کونین راحت دو جہاں ﷺ کے پاس دعا کے لیئے آتے تھے قرآن کریم فرماتا ہے

وقالو یایہا الساحر ادع لنا ربک بما عہد عندک لئن کشفت عنا الرجز

فرعون نے ڈوبتے وقت کہا **امنت برب موسیٰ و ہارون** جانور مصیبت میں محسن دو عالم ﷺ کے پاس فریاد لاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فریاد رس ہی محبوب دو جہاں ﷺ ہیں

☆ اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے ایسے ہی رب کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اس لیئے ان کے پاس جاؤ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولو انہم اذظلمو انفسہم جاؤک** الخ یہی وسیلہ ہے

☆ بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ اعلیٰ ہوا اور دیگر **تکلفات** کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آ کر بیٹھ جائے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھا لیتا ہے ایسے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب کی رحمت کے پنکھے چلتے ہیں جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جائے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں یہی وسیلہ ہے اس لیئے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہ گار اپنی قبریں بنواتے ہیں مدرسے تیار کراتے ہیں وہ عبادات کرتے ہیں تاکہ ان کی طفیل بخشش ہو اور نماز روزہ قبول ہو۔

☆ اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جائے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے نفس اور نام کے لیئے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور راحت جاں ﷺ کی عظمت کے لیئے لڑنا جہاد کہلاتا ہے فساد گناہ

اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے قابیل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے قریباً ایک قسم کا قصور ہوا لیکن قابیل کے قصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے قصور کی بنا نبی کی محبت پر یہ چاہتے تھے یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کراؤ تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے لہٰذا نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ قابیل تو مردود مرا اور یہ لوگ محبوب بن گئے کہ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے

عقل والوں کے لیئے یہی چند دلائل کافی ہیں عاشقوں کو دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی عاشقان راچہ کار بتحقیق اور نا اہلوں کے لیئے دفتر کے دفتر بے کار و ناکافی ہیں بطور خلاصہ کتاب ایک اور آسان انداز میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں اصلاح مقصود ہے کوشش یہی ہے کسی نہ کسی طرح کوئی سمجھ جائے

خلاصہ کتاب

محترم قارئین کرام آپ پڑھ چکے ہیں کہ وسیلہ اس کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی سے قرب اور نزدیکی حاصل کی جائے اس کو وسیلہ کہتے ہیں

(التعریفات ص ۲۲۵)

صحابہ کرام اور تمام بزرگان دین بلکہ خود حضور سید المرسلین راحت العاشقین ﷺ کا یہی عقیدہ ہے کہ بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔

محبوب دو جہاں ﷺ کا عقیدہ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ادع اللّٰہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوءہ و یصلی رکعتین و یدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ فیقضیھا اللھم شفعہ فی ففعل الرجل فقام وقد ابصر

ایک اندھا آدمی راحت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ کریم سے دعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کر دے راحت جاں ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لیئے دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کر لے کہ وہ تیرے لیئے بہتر ہے عرض کیا کہ دعا فرمائیں راحت جاں ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اچھا وضو کرو دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا کرو اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد ﷺ کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں جو نبی رحمت ہیں یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تو اسے پوری فرما دے۔ اے اللہ! میرے بارے میں اپنے محبوب کی شفاعت قبول فرما تو وہ شخص جب آپ کے

فرمانے کے مطابق کر کے کھڑا ہوا تو آنکھ والا ہو گیا

(ترمذی شریف ص ۱۹۷۔ ج ۲ خصائل کبریٰ ص ۳۰۱ ج ۲)

امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ سیوطیؒ نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں روایت کیا اور بیہقی نے الدلائل والدعوات میں اس حدیث شریف کو روایت کر کے فرمایا صحیح ہے ابو نعیم نے اسے معرفہ میں روایت کیا۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ محبوب کبریاء ﷺ کا عقیدہ ہے کہ مجھے اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے اگر شرک ہوتا تو معلم اخلاق ﷺ اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کے لیۓ اس نابینا کو ہرگز حکم نہ فرماتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون

جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کہتے اے اللہ ہم

تیری بارگاہ میں اپنے نبی کو وسیلہ بنایا کرتے تھے تو ہمیں تو سیراب فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہر مرتبہ پانی برس پڑتا (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۳۷

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

فخطب الناس عمر فقال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم کان یری للعباس ما یری الولد للوالد فاقتدوا ایھا الناس برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم فی عمہ العباس و اتخذوہ وسیلۃ الی اللّٰہ۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے جیسا کہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا لہٰذا اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے ساتھ حضور کا طریقہ اپناؤ اور انھیں خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۴۱۳)

ان احادیث کریمہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ وہ راحت جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ پھر انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود وسیلہ بنایا اور دوسروں کو انھیں بنانے کا حکم دیا تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ غیر نبی کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے اور پھر کسی صحابی نے ان کے اس قول و عمل پر اعتراض نہیں کیا جس سے غیر نبی کو وسیلہ بنانے پر صحابہ کا اجماع بھی

ثابت ہو گیا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

علامہ ابن سعد اسناد کے ساتھ حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان السماء قحطت فخرج معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اہل دمشق یستسقون فلما قعد معاویہ علی المنبر قال این یزید بن الاسود الجرشی قال فناداہ الناس فاقبل یتخطی فامرہ معاویہ فصعد المنبر فقعد عند رجلیہ فقال معاویہ اللھم انا نستشفع الیک الیوم بخیرنا و افضلنا اللھم انا نستشفع الیک بیزید بن الاسودیا یزید ارفع یدیک الی اللہ فرفع یزید یدیہ و رفع الناس ایدیھم فما کان اوشک ان ثارت سحابۃ فی المغرب و ھبت لھاریح فسقینا حتی کاد الناس لایتصلون الی منازلھم

بارش نہیں ہوئی قحط پڑ گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دمشق کے لوگ نماز استسقاء کے لیئے نکلے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں ؟ راوی نے کہا کہ لوگوں نے انہیں پکارا تو وہ قدم بڑھاتے ہوئے نمودار ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے ۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ ! ہم تیری بارگاہ میں آج کے دن اپنی جماعت کے افضل اور بہتر شخص کو وسیلہ بناتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن

اسود کو سفارشی ٹھہراتے ہیں یزید اپنے ہاتھوں کو خدا کی بارگاہ میں اٹھا تو حضرت یزید نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ اٹھائے تھوڑی دیر بھی نہیں گزری کہ مغرب کی طرف سے بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس کے ساتھ ہوا بھی چلی اور ہم پر ایسی بارش ہوئی کہ اپنے گھروں تک پہنچنا دشوار ہو گیا

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۴۴)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کریم کی بارگاہ میں بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور آپ کے اس عمل کا صحابہ و تابعین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو اس مسئلہ میں ان کا اجماع بھی ثابت ہو گیا

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

حضرت علامہ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو ابو الحسن زکریا بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے انھوں نے کہا (۶۲۹ ھ) میں ہم کو قاضی القضاۃ ابو صالح بن حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد میں خبر دی انھوں نے کہا ہم کو شیخ ابو عبد الرزاق نے خبر دی ـــــ اور (۶۹۰ ھ) میں ہم کو شیخ ابو محمد الحسن فقیہ ابو عمران موسیٰ بن احمد بن الحسین قرشی شافعی نے قاہرہ میں خبر دی ان دونوں نے کہا کہ (۶۱۳ ھ) میں ہم کو شیخ پیشوا ابو الحسن قرشی نے دمشق میں خبر دی کہ میں نے شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔

اذا سالتم اللّٰہ حاجۃ فاسلوہ بی

جب تم اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو میرے وسیلے سے طلب کرو۔

(بہجۃ الاسرار ص ۲۳)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے وسیلہ کے بارے میں آپ کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

آپ کا نام نامی نعمان کنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم و امام المسلمین ہے آپ فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی اولاد سے ہیں سلسلہ نسب اس طرح ہے نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں۔

آپ کے دادا مشرف باسلام ہو کر کوفہ شہر میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہیں آپ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے آپ کے باپ ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے ان کے لیئے اور ان کی اولاد میں خیر و برکت کی دعا فرمائی

آپ کے زمانہ مبارکہ میں تقریباً تیس صحابہ زندہ تھے جن میں سے سات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ کی ملاقات ثابت ہے خصوصاً حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت عبد اللہ بن اوفی حضرت معقل بن

یسار اور حضرت واثلہ بن الاسقع سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت انس و حضرت جابر و حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے آپ نے حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔

حدیث شریف میں آپ کے متعلق بشارت بھی دی گئی ہے جیسا کہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافی علیہ الرحمتہ الرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ محبوب کریم ﷺ نے سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس حدیث شریف میں بشارت دی ہے جسے ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا **لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس**

یعنی اگر علم ثریا پر پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں سے ایک جواں مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا

(تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ اردو ص ۶۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کے اصل الفاظ صحیح بخاری اور مسلم میں یہ ہیں

لو کان الایمان عند التزیا لتنا ولہ رجال من فارس یعنی اگر ایمان ثریا کے نزدیک پہنچ جائے تو مردان فارس اس تک ضرور پہنچ جائیں گے

(تبییض الصحیفہ اردو ص ۶)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ معجم طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حاکم کائنات ﷺ نے فرمایا **لو کان الدین معلقا بالثر**

یا لتنا ولہ ناس من ابناء فارس یعنی اگر دین ثریا میں معلق ہو جائے تو یقیناً مردان فارس کے لوگ اسے حاصل کرلیں گے۔ (تبییض الصحیفہ اردو ص ۷)

ان احادیث کریمہ میں ابنائے فارس اور رجال فارس سے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب مراد ہیں۔

آپ نے چار ہزار مشائخ تابعین وتبع تابعین سے حدیث وفقہ حاصل کیا

آپ نے تمام علوم میں کامل ہونے کے بعد گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تو ایک رات پیکر جمال و کمال صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابو حنیفہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری سنت زندہ کرنے کے لیئے پیدا فرمایا ہے تو آپ گوشہ نشینی کا ارادہ ہرگز نہ کریں اس بشارت کے بعد آپ درس و تدریس اور مسائل شرعیہ کے اجتہاد و استنباط میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ آپ کا مذہب ساری دنیا میں پھیل گیا۔

آپ کے شاگرد بے شمار ہوئے جن میں سے ساٹھ شاگردوں کا ذکر بعض محدثین نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو مسائل کے اجتہاد اور احکام کے استنباط کی مشغولیت کے سبب روایت حدیث کا بہت کم موقع ملا۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو امور خلافت کی مشغولیت کے سبب حدیث کی روایت کا اتفاق کم ہوا۔ مگر اس کے باوجود حضرت امام اعظم کی روایت کردہ **حدیثوں** کی پندرہ مسندیں جمع کی گئی ہیں اور آپ کے شاگرد اکابر محدثین کے شیوخ میں شمار کیئے گئے ہیں جیسے **یحیٰی** بن معین و کیع بن جراح مسعر بن

کہ امام عبد اللہ بن مبارک امام ابو یوسف ' احمد بن حنبل اور بالواسطہ اصحاب صحاح ستہ یعنی حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم وغیرہ بھی حضرت امام اعظمؒ کی شاگردی سے باہر نہیں ہو سکتے

زرقانی شارح موطا نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ **حدیثوں** کی تعداد میں کئی قول نقل کیے ہیں اول یہ کہ آپ کی مرویات پانچ سو ہیں دوسرے یہ کہ سات سو ہیں تیسرے یہ کہ ایک ہزار سے کچھ زائد ہیں چوتھے یہ کہ ایک ہزار سات سو ہیں پانچویں یہ کہ چھ سو سترسٹھ ہیں۔

اور غیر مقلدین جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور ثبوت میں ابن خلدون کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو وہ سراسر غلط ہے۔ اس لیئے کہ یہ ابن خلدون کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اس کا قول ہے بلکہ اس نے دوسرے کا قول حکایتہً نقل کیا ہے اور اغلب یہ ہے کہ اس نے سبع مائتہ لکھا تھا اور کاتب کی غلطی سے سبع عشر ہو گیا یا ازراہ حسد قصداً ایسا کیا گیا۔ اس لیئے کہ بقول حضرت ملا علی قاری حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراسی ہزار مسائل حل فرمائے ہیں جن میں سے اڑتیس ہزار مسائل عبادت سے متعلق ہیں اور باقی مسائل معاملات کے بارے میں ہیں۔

تو اگر آپ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہوئیں تو اتنے زیادہ مسائل آپ ہر گز نہیں حل کر سکتے تھے ' نہ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کرتے نہ اکابر علمائے حدیث آپ کو اپنا شیخ بناتے نہ آپ کے لیئے امام کا لقب تسلیم کرتے نہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین شافعی اور دیگر

علمائے سلف آپ کے فضائل و مناقب میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے۔

غرضیکہ غیر مقلدوں کا یہ پروپگنڈہ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں بالکل جھوٹ ہے اسے وہی شخص صحیح مان سکتا ہے جسے آپ کے علم سے حسد ہو گا اور یا تو وہ آپ کے علم سے جاہل ہو گا۔ جو آپ کے مرویات کو دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد کتاب الاثار کتاب الحج سیر کبیر اور حضرت امام ابو یوسف کی کتاب الراح کتاب الامالی مجرد بن زیادہ وغیرہا کا مطالعہ کرے ان میں امام اعظمؒ کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔

آپ کی تصنیفات فقہ اکبر کتاب الوصیتہ کتاب العالم و المعلم اور کتاب المفقود وغیرہ آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا مزار اقدس بغداد شریف کے خیزراں قبرستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے جس پر سب سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں شاندار گنبد بنوایا اور آپ کے آستانہ عالیہ پر حنفیوں کے لئے مدرسہ حنفیہ قائم کیا (ماخوذاز **تبییض الصحیفہ** خیرات الحسان حدائق الحنفیہ مفید المفتی سوانح امام اعظمؒ

آپ اپنے مشہور قصیدہ نعمانیہ میں راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں۔

انت الذی لما توسل بک ادم

من زلة فاز وهو اباکا

یعنی آپ ہی وہ ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو وسیلہ بنایا وہ کامیاب ہوئے قبولیت دعا سے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ اس شعر سے ظاہر ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری وجود سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے جو آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ بھی جائز ہے شرک نہیں ہے کہ اسی وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

حضرت امام قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امیرالمومنین ابو جعفر منصور بنی عباس کا دوسرا خلیفہ جب راحت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کے لیئے حاضر ہوا تو اس وقت مسجد نبوی میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے خلیفہ منصور نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یا ابا عبد اللّٰہ استقبل القبلہ و ادعوام استقبل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم قال لم تصرف وجھک عنہ وھو و سیلتک و وسیلۃ ابیک ادم علیہ السلام الی اللّٰہ بل استقبلہ و استشفع بہ فیشفعہ اللّٰہ

اے ابو عبد اللہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منہ کروں ؟ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کس طرح تم اپنا چہرہ حضور کی طرف پھیر سکتے ہو حالانکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں لہٰذا تم حضور ہی کی طرف رخ کرو اور ان سے شفاعت طلب کرو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۴۳)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے ان کا عقیدہ ظاہر ہے کہ راحت جاں صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی بارگاہ میں لوگوں کے وسیلہ ہیں

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

علامہ خطیب بغدادی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ان الا مام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ایام ھو ببغداد کان یتوسل بالام ابی حنیفہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ یجیی الی ضریحہ یزور فیسلم علیہ ثم یتوسل الی اللّٰہ فی قضاء حاجتہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن دنوں میں بغداد تھے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرتے ان کی قبر پر حاضر ہو کر اس کی زیارت کرتے انہیں سلام کرتے۔ پھر اپنی حاجت پوری ہونے کے لیئے اللہ کریم کی بارگاہ میں انھیں وسیلہ بناتے

(تاریخ خطیب بغدادی ص ۱۲۳ ج ۱)

اور علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

ان النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی
ارجوبھم اعطی غدا بیدالیمین صحیفتی

یعنی آل نبی میرے لیئے ذریعہ نجات ہیں اور وہ اللہ کی بارگاہ میں میرے لیئے

وسیلہ ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے طفیل کل (قیامت کے دن) اللہ میرا نامہ اعمال میرا داہنے ہاتھ میں دے گا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۸۰)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ ان روایتوں سے بالکل واضح ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ان کو اپنی حاجت کے لیئے وسیلہ بناتے تھے اور آل رسول کو اپنے لیئے وسیلہ ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

حضرت علامہ نبھانی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

توسل الامام احمد بن حنبل بالامام الشافعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ حتی تعجب ابنہ عبد اللّٰہ بن الامام احمد بن حنبل من ذلک فقال الامام احمد ان الشافعی کالشمس للناس وکالعافیہ للبدن

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہؒ نے تعجب کیا اس پر امام احمدؒ نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی ایسے ہیں جیسے لوگوں کے لئے سورج اور بدن کے لیئے تندرستی۔

(شواہد الحق ص ۱۶۶)

ثابت ہوا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی وسیلہ کا عقیدہ حق ہے کہ انھوں نے خود حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہ سے توسل کیا

صاحب شرح وقایہ حضرت عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

آپ کا اسم گرامی عبید اللہ اور لقب صدر الشریعہ ثانی ہے آپ کے والد کا نام مسعود اور دادا کا نام محمود ہے جن کا لقب تاج الشریعہ ہے اور پر دادا کا نام احمد ہے جو صدر الشریعہ اول سے مشہور ہیں آخر میں آپ کا سلسلہ نسب مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔

آپ بڑے زبردست عالم حافظ قوانین شریعت حلال مشکلات فروع واصول ' واقف رموز معقول و منقول محدث جلیل فقہ بے مثیل اصولی بے نظیر مفسر ' نحوی ' لغوی ادیب متکلم منطقی اپنے وقت کے امام علوم مروجہ متعارفہ میں ضرب المثل تھے آپ کے دادا تاج الشریعہ نے آپ کی پرورش اپنے سایہ عاطفت میں کی ' انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کو تمام علوم و فنون پڑھایا اور آپ کے حفظ کرنے کے لیئے وقایہ تصنیف فرمایا۔

پھر جب آپ نے دیکھا کہ دوسرے لوگ اس کو زبانی یاد کرنے میں سستی کرتے ہیں تو آپ نے وقایہ کا مختصر تحریر فرمایا۔ جب آپ کے صاحبزادے محمود نے مختصر الوقایہ حفظ کر لیا تو آپ سے وقایہ کی شرح لکھنے کے لیئے بہت اصرار کیا جس میں مختصر الوقایہ کے بھی معلقات حل کیئے جائیں لہذا آپ نے صاحبزادے کی خواہش کے مطابق شرح وقایہ لکھنا شروع کیا مگر کتاب مکمل ہونے سے پہلے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا جس کا آپ کو بے انتہا قلق ہوا۔

وقایہ کی کل پندرہ شرحیں لکھی گئیں جن میں آپ کی شرح ایسی عمدہ ہے

جو ساری دنیا میں مقبول ہو کر تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہوئی جس پر اب تک بیالیس حواشی لکھے گئے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء اس سے مستفیض ہوئے یہاں تک کہ غیر مقلد جو تقلید کو گمراہی قرار دیتے ہیں وہ بھی حنفی مذہب کی اس کتاب شرح وقایہ سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہوئے۔

اور آپ نے فقہ میں ایک لطیف متن **تنقیح** کے نام سے تصنیف کیا پھر اس کی شرح توضیح تالیف فرمائی جس کی شرح حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تلویح کے نام سے کی۔ ان کے علاوہ المقدمات الاربعہ' تعدیل العلوم اقسام علوم عیلیہ میں وشاح علم معانی میں شرح فصول الخمسین (نحو میں) کتاب الشروط اور کتاب الحاضر وغیرہ آپ کی اہم تصنیفات ہیں۔

۷۴۷ھ میں آپکا وصال ہوا مزار مبارک شارع آباد بخارا میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

آپ شرح وقایہ اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

العبد المتوسل الی اللّٰہ تعالیٰ باقوی الذریعہ

میں خدائے تعالیٰ کی بارگاہ کا وسیلہ زیادہ طاقت ور ذریعہ کا ڈھونڈنے والا ہوں

مولانا عبد الحق صاحب فرنگی محلی المتوسل کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

دلت الاحادیث علی جواز التوسل بالا عمال الصالحته والذوات الفاضلة

نیک اعمال اور بزرگان دین سے توسل کا جواز حدیثوں سے ثابت ہے۔

اور اقوی الذریعۃ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں

المراد بہ اما الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم واما القران واما الصلاۃ علی الرسول واما علم الشریعہ والاحکام الشاملہ للفقہ والاصول والکلام واما علم الفقہ

اقویٰ ذریعہ سے یا تو رسول اللہ ﷺ مراد ہیں یا قرآن یا حضور پر درود۔ یا شریعت اور ان احکام کا علم مراد ہے جو فقہ اصول اور کلام کو شامل ہو اور یا تو علم فقہ مراد ہے

لیکن ظاہر یہ ہے کہ اقویٰ ذریعہ ہے محبوب کبریاء ﷺ ہی مراد ہیں اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لیئے سب سے طاقت ور وسیلہ حضور ہی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں بہرحال صاحب شرح وقایہ حضرت عبید اللہ بن مسعود رحمتہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے ان کا عقیدہ ثابت ہے کہ راحت دو جہاں ﷺ اور سارے بزرگان دین کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اور مولانا عبد الحی فرنگی محلی کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوا۔

امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

آپ کتاب الحج باب زیارت النبی ﷺ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویسئل اللّٰہ حاجتہ متوسلا الی اللّٰہ بحضرۃ نبیہ (الی ان قال) ثم یسئال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللّٰہ اسئلک الشفاعۃ یا رسول اللّٰہ اسئلک الشفاعۃ واتوسل بک

الی اللّٰہ

اور اللہ سے اپنی حاجت کے بارے میں اس کے نبی کو وسیلہ بناتے ہوئے سوال کرے پھر نبی سے شفاعت کا طالب ہو کر کہے اے اللہ کے رسول! میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں ۔ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵)

اس تحریر سے امام ابن ہمام علیہ الرحمتہ والرضوان کا عقید بالکل واضح ہے کہ راحت جاں ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد بھی ان کا وسیلہ بنانا جائز ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان فی حاجۃ و کان عثمان لا یلتفت الیہ و لا ینظر فی حاجتہ فلقی عثمان بن حنیف فشکا الیہ ذلک فقال لہ ائت بالمیضاۃ فتوضا ثم ائت المسجد فصل رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد اتوجہ بک الی ربی فیقضی لی حاجتی و اذکر حاجتک ثم رح حتی

اروح فانطلق الرجل وصنع ذلک ثم اتی باب عثمان بن عفان فجاء البواب فاخذ بیده فادخله علی عثمان فاجلسه معه علی الطفسة فقال انظر ما کانت لک من حاجة ثم ان الرجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیف فقال لم جزاک اللّٰہ خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمته قال ما کلمته ولکنی رایت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و جاء ضریر فشکا الیه ذهاب بصره فقال له اور تصبر قال یا رسول اللّٰہ لیس قائد وقد شق علی فقال ائت المیضاه فتوضا وصل رکعتین ثم قل اللهم انی اسلک واتوجه الیک بنبیک محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الیٰ ربی فیجلی لی عن بصری اللهم شفعه فی و شفعنی فی نفسی قال عثمان فواللّٰہ ما تفرقنا حتی دخل الرجل کان لم یکن به ضرر

ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی ضرورت کے لیئے جاتا ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی ضرورت کے سلسلے میں توجہ کرتے تھے تو اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کر کے اس کی شکایت کی انھوں نے اس سے فرمایا کہ وضو گاہ پہ جا کر وضو کرو اور مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھو پھر دعا کرو اے اللہ! میں سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے اور (یہ دعا کرتے

ہوئے) اپنی حاجت کا ذکر کرو پھر شام کو میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ (حضرت عثمان کی خدمت میں) چلوں تو وہ شخص چلا گیا اور ان کے فرمانے کے مطابق کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے پاس لے گیا تو انھوں نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بیٹھایا اور فرمایا کہ میں تمہاری حاجت پوری کروں گا پھر وہ شخص امیر المومنین کے یہاں سے جا کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے امیر المومنین میری ضرورت کے بارے میں کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے اور نہ میری طرف التفات فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے میرے بارے میں ان سے گفتگو کی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے ان سے گفتگو نہیں کی ہے لیکن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص نے آکر اپنے آندھے پن کی شکایت کی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم صبر کرسکتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی راہ بتانے والا نہیں ہے اور یہ میرے لئے تکلیف دہ ہے تو حضور نے فرمایا کہ وضو خانہ میں جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبی رحمت ہیں یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری آنکھ کی تکلیف دور فرما دے اے اللہ تو حضور کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما اور میری شفاعت میرے بارے میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ہم ابھی وہاں سے گئے نہیں تھے کہ وہ شخص آیا گویا کہ وہ اندھا نہیں تھا

(خصائص کبری جلد ۲ ص ۲۰۲)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف کو اپنی کتاب میں تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ وصال کے بعد بھی محسن کائنات ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے لئے وسیلہ بنانا جائز ہے اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو بلا تردید اس حدیث کو اپنی کتاب میں شامل نہ فرماتے

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

آپ تحریر فرماتے ہیں

نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ کہ مقرب و مکرم درگاہ والا ست - و گوید خداوندا بہ برکت ایں بندہ کہ تو رحمت و اکرام کردہ اور ابر آوردہ گرداں حاجت مرایاند کند مقرب و مکرم راکہ اے بندہ خدا و ولی وے شفاعت کن و بخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مراتا قضا کند حاجت مرا پس نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و معطی مسول پروردگار ست تعالیٰ شانہ و درو ہے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانکہ منکر وہم کردہ و آں چنانست کہ توسل و طلب دعا از صالحاں و دوستان خدا در حالت حیات کند و آں جائز ست باتفاق - پس آں چرا جائز نباشد و فرقے نیست در ارواح کا ملاں در حین حیات وبعد از ممات مگر بہ ترقی کمال - مدد طلب کرنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں مقرب و مکرم

ہے اور کہے خداوند! اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے رحمت و اکرام فرمایا ہے میری حاجت کو پوری فرمایا اس مقرب بندہ کو پکارے کہ اے بندہ خدا اور اللہ کے ولی! میرے لیئے شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ میرے مقصد کو پورا فرمائے لہٰذا بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے قادر دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے خدائے تعالیٰ ہی ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے ان سے دعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو وفات کے بعد وہی بات کیوں جائز نہ ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہر زندگی اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انھیں اور زیادہ کمال حاصل ہو جاتا ہے

(فتاوی عزیزیہ ج ۲ ص ۱۰۸)

اس فتویٰ میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے واضح طور پر اپنا عقیدہ تحریر فرمادیا کہ بزرگان دین کو جس طرح ان کی ظاہری زندگی میں وسیلہ بنانا جائز ہے ایسے ہی وصال کے بعد بھی جائز ہے اور اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں اس لیئے کہ سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتا ہے اور بزرگان دین صرف وسیلہ ہوتے ہیں۔

طوالت کے خوف سے اختصار سے کام لیا گیا ورنہ اس قسم کے واقعات و فرمودات بہت ہیں مذید تفصیل کے لیئے ہماری کتاب " وسلیتنا فی الدارین " وسیلہ محبوب ﷺ الخ اور کیا محبوب کریم ﷺ کے وسیلہ سے جلیلہ مانگنا جائز ہے؟ کا مطالعہ فرمائیں۔

محترم قارئین کرام

ناچیز نے مسئلہ توسل کو بہت آسان طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ عنوانات آپس میں ملتے جلتے ہیں جس کی وجہ سے بعض مقامات پر آیات‘ احادیث اور واقعات کو دوبارہ دوبارہ لکھنا پڑا ہے تاکہ مضمون اپنے مواد کے لحاظ سے تشنہ نہ رہے امید ہے قارئین اس سے در گزر فرمائیں گے۔

اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مضمون اکیلا افادیت کے لحاظ سے مکمل نہ ہو پاتا اس کتاب کا کچھ حصہ استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد معراج الاسلام صاحب کی کتاب سے ماخوذ ہے۔ اختصار کے پیش نظر اب اجازت چاہوں گا۔ مزید تفصیل و تحقیق اگر درکار ہو تو ہماری کتاب **وسیلتنا فی الدارین** صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب بھی مانگو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگو۔ کیا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگنا جائز ہے ؟ کا مطالعہ فرمائیں۔

وما علینا الا البلغ المبین

الٰہی میری اس حقیر کاوش کو بطفیل محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرما۔ میرے لئے والدین‘ عزیز و اقارب‘ دوست و احباب‘ تمام مومنین مومنات‘ مسلمین مسلمات کے لئے ذریعہ نجات بنا۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم

امیدوار شفاعت محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ